گیت اور خون

ابن صفی

گہرے مٹیالے بادل ٹوٹ کر برسے تھے۔۔۔۔۔اور دو گھنٹے گزر جانے کے باوجود بھی یکساں رفتار سے برسے جا رہے تھے۔۔۔۔۔ڈاک بنگلے سے آدھے فرلانگ کے فاصلے پر سڑک کا جو حصہ نشیب میں تھا پانی میں ڈوب چکا تھا۔۔۔۔۔اگر ڈاک بنگلے کا چوکیدار ایک لمبے سے بانس کے سرے پر سرخ رنگ کا کپڑا باندھ کر سڑک کے کنارے کھڑا نہ ہو گیا ہوتا تو فریدہ اپنی گاڑی سمیت غرق ہو گئی ہوتی۔۔۔۔۔

حالانکہ وہ پہلے بھی کئی بار اس راستے سے گزر چکی تھی لیکن تفریحی سفر کے دوران میں کسے دھیان رہتا ہے کہ سڑک کی پوزیشن کہاں کیسی ہے۔۔۔۔۔اور پھر وہ تو ایک بوکھلا دینے والے جذبے کے تحت ماری ماری آگے بڑھتی چلی جا رہی تھی۔۔۔۔۔ورنہ اسے تو اسی وقت کہیں رک جانا چاہئے تھا جب پہلی بار بڑی بڑی بوندیں آئی تھیں اور خود اس نے اندازہ کر لیا تھا کہ بارش زور کی ہو گی اور شاید دیر تک بھی ہو۔۔۔۔۔

ڈاک بنگلے کے چوکیدار نے گاڑی رکوائی تھی اور قریب آ کر بولا تھا۔ "بیگم صاحب آگے خطرہ ہے ۔۔۔۔۔"

اور پھر اسی نے سڑک کے اس حصہ کے متعلق بتایا تھا جہاں اس وقت ہاتھی بھی ڈوب سکتا تھا۔

"اگر بارش رک بھی جائے بیگم صاحب"۔ اس نے کہا۔ "تو صبح تک پانی ہٹ نہیں سکے گا۔۔۔۔۔۔

02

اگلی کسٹم پوسٹ سے پچھلی پوسٹ پر فون کر دیا گیا ہوگا کہ گاڑیاں وہیں روک لی جائیں۔۔۔۔۔۔۔"

"پھر اب کیا ہوگا"؟۔ فریدہ نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"اب یہ رات آپ کو ڈاک بنگلے ہی میں بسر کرنی پڑے گی۔ کئی اور لوگ بھی ہیں"۔

"عورتیں بھی ہیں۔۔۔۔۔۔"؟ اس نے بیساختہ پوچھا تھا۔

"جی بیگم صاحب۔ ایک خاتون بھی ہیں"۔

اس نے طویل سانس لے کر ایکسیلریٹر پر دباؤ ڈالا تھا اور گاڑی ڈاک بنگلے کے پھاٹک کی طرف مڑ گئی تھی۔۔۔۔۔

لیکن کمپاؤنڈ میں داخل ہوتے ہی ذہن کو جھٹکا سا لگا۔۔۔۔۔ وہ کار تو کمپاؤنڈ ہی میں موجود تھی جس کا تعاقب کرتی ہوئی وہ اس طرف نکل آئی تھی۔ اس کے علاوہ دو گاڑیاں اور بھی تھیں۔۔۔۔

فریدہ نہیں چاہتی تھی کہ ان لوگوں کا سامنا ہو۔۔۔۔۔۔ لیکن اب مجبوری تھی۔ پھر اس نے سوچا واپسی ہی کیوں نہ ہو جائے۔۔۔۔ لیکن پھر خیال آیا جس طرح اسے اس جگہ کی سچویشن کا اندازہ نہیں تھا ۔۔۔۔ اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ واپسی میں کہیں پھنس جانا پڑے۔۔۔۔۔

اس نے ان تینوں گاڑیوں کے قریب ہی اپنی گاڑی بھی روک دی۔

شیورلٹ کا تعاقب کرتی ہوئی وہ یہاں آئی تھی۔۔۔۔۔ اس کے علاوہ یہاں ایک سیڈان اور ایک فیاٹ کی ٹوسیٹر بھی تھی۔۔۔۔۔۔

بارش کے زور میں کمی نہیں آئی تھی۔۔۔۔۔ اس نے سوچا کہ عمارت کے برآمدے تک پہنچتے پہنچتے وہ

بالکل ہی بھیگ جائے گی اور فی الحال کپڑے وہی تھے، جو تن پر تھے۔۔۔۔۔۔ظاہر ہے وہ سفر کے ارادے سے تو گھر سے نہیں نکلی تھی۔۔۔۔۔

تو پھر کیا وہ یہیں گاڑی پر بیٹھی رہے۔۔۔۔۔؟ مضحکہ خیز خیال تھا۔۔۔۔پھر کیا کرنا چاہئے ۔۔۔۔۔۔؟ وہ الجھن میں پڑ گئی۔۔۔۔

ان پر ظاہر کرنا نہیں چاہتی تھی کہ ان کا تعاقب کرتی رہی تھی۔۔۔

03

"میرے خدا۔۔۔۔۔ "وہ اپنی پیشانی مسلتی ہوئی بڑبڑائی۔ " کیا میں پاگل ہوگئی ہوں۔۔۔۔۔۔"؟

اور شاید وہ پاگل پن ہی تھا۔اس نے ان دونوں کو اس سڑک سے گزرتے دیکھا اور ان کے پیچھے لگ گئی ۔پھر اس کا بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ کسی لمبے سفر کے لیے نکلے ہیں۔ادھ کھلے ڈکے سے ہولڈال جھانک رہے تھے۔۔۔۔۔

پھر اس نے بھی ایک پیٹرول پمپ پر اپنی گاڑی کی ٹنکی بھروائی تھی اور ڈکی میں رکھے ہوئے تین ڈبوں میں بھی زائد پیٹرول لیا تھا۔۔۔۔۔

اتنی دیر میں گاڑی نظروں سے اوجھل ہوگئی تھی۔۔۔۔۔۔

اس نے سوچا کہ وہ ہالی ڈے کیمپ ہی کی طرف گئے ہوں گے۔۔۔۔اور پھر اس نے ایک ہوٹل سے ایک لنچ بکس خریدا تھا۔۔۔۔اور اسی سڑک پر چل پڑی تھی۔

لیکن وہ لوگ پتہ نہیں کس رفتار سے چلے تھے کہ ڈاک بنگلے تک پہنچنے سے قبل ان کی گاڑی کی جھلک بھی نہ دکھائی دی تھی۔۔۔۔۔۔۔

پھر راستے میں بارش بھی شروع ہوگئی۔بارش شروع ہو جانے کے بعد اگر وہ چاہتی تو گھر واپس جا سکتی تھی لیکن اس پر تو جیسے اس تعاقب کا بھوت سوار ہو گیا تھا۔

ہوش تو اس وقت آیا تھا جب یہاں ڈاک بنگلے کے قریب اس کی گاڑی رکوائی گئی تھی۔

پھر جب وہ گاڑی بھی ڈاک بنگلے کے کمپاونڈ میں دکھائی دی جس کا تعاقب کرتی ہوئی ادھر آئی تھی تو اس کی عقل جواب دے گئی۔

سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔۔۔۔۔۔؟

پھر اس نے کچھ سمجھے بغیر گاڑی کا انجن دوبارہ اسٹارٹ کیا اور اسے دوسری گاڑیوں کے پاس سے ہٹا کر عمارت کے داہنے بازو کی طرف لائی اس جانب ایک بڑا سا نیم کا درخت تھا۔۔۔۔اور سامنے ٹین کا ایک سائبان نظر آ رہا تھا۔جس کا اصل عمارت سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

وہ موجودہ الجھن سے پیچھا چھڑانے کے لیے سوچنے لگی کہ آخر اس سائبان کا کیا مصرف ہوگا۔

اس نے سوچا کیوں نہ اپنی گاڑی سائبان ہی میں کھڑی کر دے کیونکہ وہ بالکل خالی پڑا تھا۔

04

ایکسیلریٹر پر دباو پڑا اور گاڑی سائبان کے نیچے رینگ گئی۔۔۔۔انجن بند کر کے اگنیشن سے کنجی نکال لی لیکن اسے مٹھی میں دبائے بیٹھی رہی۔

یہاں سائبان کے نیچے بڑی گھٹن تھی۔۔۔۔۔۔

حماقتوں پر حماقتیں سرزد ہو رہی ہیں۔اس نے سوچا۔آخر یہاں آ مرنے کی کیا ضرورت تھی۔۔۔۔

اب یا تو یہاں گھٹتی رہو یا کپڑے بھگو کر عمارت تک پہنچو۔

عمارت کے اس بازو میں کوئی کھڑکی یا دروازہ نہیں تھا۔

اس نے گاڑی کا دروازہ کھول کر ایک پیر باہر نکالا ہی تھا کہ کسی گاڑی کی آواز قریب ہی سنائی دی۔اس نے مڑ کر دیکھا۔وہی ٹوسیٹر سائبان کی طرف آتی دکھائی دی۔۔۔۔دائیں جانب اتنی جگہ تھی کہ ٹوسیٹر پارک کی جا سکتی۔فریدہ نے اپنا پیر اندر کھینچ کر دروازہ بند کر لیا۔

ٹوسیٹر اس کی جانب آ کر رکی تھی۔اس نے ڈرائیور پر اچٹتی سی نظر ڈالی جو زرد قمیض اور نیلی پتلون میں ملبوس تھا۔۔۔۔

اس نے انجن بند کیا۔۔۔۔لیکن گاڑی سے نیچے نہیں اترا۔دھندلی روشنی میں اس کے خدوخال واضح

طور پر نظر نہیں آ رہے تھے۔ ویسے فریدہ محسوس کرتی رہی تھی کہ اس کی توجہ اس کی طرف نہیں بلکہ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اسے وہاں کسی دوسرے کی موجودگی کا احساس ہی نہ ہو۔

فریدہ بھی چپ چاپ اپنی سیٹ پر بیٹھی چہرے پر رومال جھلتی رہی۔ جسم پر پسینے کی بوندیں رینگ رہی تھیں۔۔۔

تھوڑی دیر بعد اس نے اس آدمی کو ٹوسیٹر سے نیچے اتر کر سائبان کے سرے کی طرف جاتے دیکھا ۔۔۔۔۔لیکن وہ باہر جانے کے بجائے سرے پر ہی رک گیا۔۔۔۔

وہ ایسے رخ سے کھڑا تھا کہ فریدہ اس کا چہرہ صاف دیکھ سکتی تھی۔ جوان تھا۔۔۔۔خدوخال دلکش تھے ۔۔۔۔۔صحت منداور توانا جسم رکھتا تھا۔لیکن چہرے پر برسنے والی حماقت دوسری تفصیلات سے پہلے نظر آ گئی تھی۔اس حماقت میں معصومیت کی ہلکی سی آمیزش کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔

اور اس وقت تو اس کی آنکھوں سے کسی ایسے بچے کی آنکھوں کا سا خوف ظاہر ہو رہا تھا جس کو دیر سے گھر پہنچنے پر

05

باز پرس کا خدشہ لاحق ہو۔۔۔۔۔پتہ نہیں ممی ڈیڈی کس طرح پیش آئیں۔۔۔۔؟

فریدہ نے سوچا شاید وہ اس وقت بھی اپنی ٹوسیٹر ہی میں موجود تھا۔ جب اس نے اپنی گاڑی اس کے قریب کھڑی کی تھی۔اگر یہ بات نہ ہوتی تو کپڑے ضرور بھیگ گئے ہوتے۔عمارت سے اس جگہ کا فاصلہ جہاں تینوں گاڑیاں کھڑی تھیں۔اتنا ہی تھا کہ آدمی اچھی طرح بھیگ سکتا تھا۔

فریدہ چند لمحے اسے غور سے دیکھتی رہی۔۔۔۔۔پھر خود بھی گاڑی سے اتر آئی۔اس کا اندازہ ایسا تھا کہ وہ کوئی بے حد سیدھا اور بے ضرر آدمی ہے۔۔۔۔۔۔وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس کے قریب پہنچی ہی تھی کہ وہ بے تحاشہ چونک پڑا۔عجیب سی بوکھلاہٹ طاری ہو گئی تھی اس پر۔۔۔۔۔ہونٹوں کے گوشے پھڑکنے لگے تھے اور وہ کچھ اسی قسم کا منہ بنانے کی کوشش کر رہا تھا جیسے حلق میں کوئی چیز اٹک گئی ہو۔

"مم۔۔۔۔میں۔۔۔۔۔مم۔۔۔۔۔معافی چاہتا ہوں"۔وہ ہکلایا۔

" کس بات کی معافی۔۔۔۔"؟فریدہ مسکرائی بھی اور اپنے لہجے میں تحیر بھی پیدا کیا تھا۔

"مم۔۔۔۔مجھے معلوم نہیں تھا کہ۔۔۔۔آپ۔۔۔۔۔یعنی کہ۔۔۔۔مم۔۔۔۔۔مطلب یہ کہ۔۔۔۔۔۔"

"آپ میری موجودگی سے آگاہ نہیں تھے"؟۔فریدہ نے اس کی مشکل آسان کردی۔۔۔۔۔۔۔

"جی۔۔۔۔جی ہاں۔۔۔۔۔ "وہ اس طرح بولا جیسے دل پر سے بہت بڑا بوجھ ہٹ گیا ہو۔

"لیکن میں۔۔۔۔۔۔اس سائبان کی مالک تو نہیں ہوں"؟۔

"نہیں۔۔۔۔ہیں۔۔۔۔۔۔"؟اس کے لہجے میں حیرت کے ساتھ بوکھلاہٹ بھی تھی۔

" قطعی نہیں۔ڈاک بنگلے کسی کی ملکیت نہیں ہوا کرتے"۔

"اوہ۔۔۔جی ہاں۔۔۔۔۔جی ہاں۔۔۔ "اس نے سر ہلا کر کہا اور احمقانہ انداز میں ہنسنے کی کوشش کی۔

"آپ بہت زیادہ پریشان معلوم ہوتے ہیں"؟۔

"جی ہاں۔۔۔۔یقیناً۔۔۔۔۔بہت زیادہ۔۔۔۔۔۔"

میں بھی پریشان ہوں۔۔۔۔ڈاک بنگلے کا محافظ کہہ رہا تھا کہ شاید ہمیں رات یہیں بسر کرنی پڑے گی"۔

"سب اسی کا کیا دھرا ہے۔۔۔۔۔ "وہ دانت پیس کر بولا۔

" کیا مطلب۔۔۔۔۔"؟

"یعنی کہ اس نے بھی مجھے روک لیا تھا۔۔۔۔ورنہ میں تو۔۔۔۔۔"

"اوہو۔۔۔۔تو کیا آپ گاڑی سمیت اس جھیل میں تیر جاتے"؟۔

" کیا پتہ اس نے سچ کہا ہے ۔۔۔۔۔۔یا جھوٹ۔۔۔۔اگر ہم آج رات یہاں ٹھہر گئے تو وہ ایک

کے چار بنا لے گا"۔

"تو پھر آپ کیوں رک گئے"؟۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا۔۔۔۔۔۔۔"؟

" کیا سمجھ میں نہیں آتا"؟۔

"آخری موقع بھی میرے ہاتھ سے نکل گیا۔ یہ ملازمت بھی میرے ہاتھ سے نکل گئی۔ انہوں نے مجھے اپائمنٹ لیٹر بھیج دیا تھا۔ آج بارہ بجے تک حاضری تھی۔ اس کے بعد انہیں اختیار ہوگا۔۔۔۔۔"

اس کی آواز میں غصیلا پن پیدا ہو گیا تھا۔ وہ بولتا رہا۔ "بارہ بجے کے بعد انہوں نے کسی اور کو رکھ لیا ہوگا۔۔۔۔۔ اب یہ بارش وارش آدمی کے بس کا روگ تو نہیں۔۔۔۔۔۔ مگر کیا پتہ وہاں بارش نہ ہو رہی ہو۔۔۔۔ کہ ہو رہی ہوگی"؟۔

بالکل ڈیوٹ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فریدہ نے سوچا اور سر ہلا کر بولی۔ "ممکن ہے ہو رہی ہو۔ آپ کہاں جا رہے تھے"؟۔

"ہالی ڈے کیمپ۔۔۔۔۔۔ انہیں ایک الیکٹریشن کی ضرورت تھی۔۔۔۔۔"

کہاں سے آئے ہیں"؟۔

"شاہ دارا سے"۔

"واقعی آپ کا بڑا نقصان ہوا ہے"۔

"لعنت ہے ایسی زندگی پر"۔

"لیکن آپ کو اس سے بددل نہ ہونا چاہئے"۔

"جی۔۔۔۔ اچھا۔۔۔۔۔۔ "اس نے سعادت مندانہ انداز میں کہا۔ پھر اس طرح مطمئن نظر آنے لگا جیسے واقعی اسے اس سے بددل نہ ہونا چاہئے۔

لیکن فریدہ کسی طرح بھی باور نہ کر سکی کہ وہ بن رہا ہے کیونکہ اسکے چہرے کے تاثرات میں بناوٹ نہیں

تھی۔ بے ساختہ پن تھا۔

"تو آپ الیکٹرک کا کام جانتے ہیں۔۔۔۔۔۔"؟ اس نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"بی ایس سی۔۔۔۔۔۔کی ڈگری ہے میرے پاس"۔

"اور آپ اس طرح بھٹکتے پھر رہے ہیں؟۔ مجھے حیرت ہے"؟۔ فریدہ نے کہا۔

نہ جانے کیوں اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ اتنی ہی سی دیر میں اس پر چھا گئی ہو۔۔۔۔

"شاہ دارا کے پاور ہاوس میں ایک جگہ نکلی تھی۔۔۔۔۔لیکن وہ کسی بڑے آفیسر کے بھتیجے۔۔۔۔۔

مطلب کہ جی ہاں۔۔۔۔۔۔میرے پاس کوئی بڑی سفارش نہیں تھی"۔

"ہاں سفارش۔۔۔۔۔۔۔جی ہاں۔۔۔۔۔میں آپ کا مطلب سمجھ گئی"۔

فریدہ سوچ رہی تھی کہ وہ اس کے لیے کارآمد ثابت ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔۔کیوں نہ ابھی اور اسی وقت اسے ہموار کر لیا جائے۔ وقتی ضرورت بھی پوری ہو جائے گی اور شاید آئندہ بھی وہ اس کی پریشانیوں کے سدباب کا باعث بن سکے"۔

"تو اب آپ کی بددلی باقی نہ رہی"؟۔ اس نے مسکرا کر پوچھا۔

"جی نہیں قطعی نہیں۔۔۔۔ "وہ بھی بہت زیادہ خوشی ظاہر کرتا ہوا بولا۔

"میں آپ کے لیے اچھی سی ملازمت کا انتظام کر سکتی ہوں"۔

"اوہ"۔ اس کی زبان سے اس کے علاوہ اور کچھ نہ نکل سکا۔ لیکن اس کی آنکھوں میں پر مسرت چمک تھی۔ چہرے کی رنگت گہری نظر آنے لگی تھی۔۔۔۔۔۔

"یقین کیجئے۔۔۔۔۔۔ بلکہ یہ سمجھئے کہ آپ کو ملازمت مل گئی"۔

"مم۔۔۔۔۔میں۔۔۔۔ کس طرح۔۔۔۔۔۔۔۔۔"؟

"نہیں"۔ وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "شکریہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں۔ اچھا یہ بتائیے۔۔۔۔۔آپ کے ڈکے میں کچھ سامان وامان بھی ہے"؟۔

"جی ہاں۔۔۔۔۔ہولڈال اور اٹیچی۔۔۔۔۔"

"بب۔۔۔۔۔۔بس ٹھیک ہے۔۔۔۔۔۔" فریدہ جلدی سے بولی۔ "آپ وہ سامان میری گاڑی کے ڈکے میں رکھ دیجئے"۔

"لل۔۔۔۔۔لیکن۔۔۔"؟

"جلدی کیجئے"۔

"دد۔۔۔۔دیکھئے۔۔۔۔مجھے اپنی فٹی سے بڑی۔۔۔۔۔بڑی یعنی کہ محبت ہے۔ایک گیلن میں چالیس میل نکالتی ہے۔۔۔۔میں اسے یہاں نہ چھوڑ سکوں گا"۔

"میں کب کہتی ہوں کہ اسے یہیں چھوڑ دیا جائے۔۔۔۔۔یہ تو بس رات بھر یہیں کھڑی رہی گی صبح آپ اپنی گاڑی میں ہوں گے۔میں اپنی گاڑی میں"۔

"تت۔۔۔۔۔تو۔۔۔۔میں رات بھر آپ کی گاڑی میں رہوں گا"؟۔

"اوہو۔۔۔۔آپ اتنے پریشان کیوں ہیں"؟۔

"مم۔۔۔۔میں۔۔۔۔نہیں تو۔۔۔۔۔" وہ زبردستی ہنس پڑا۔

بالکل گھامڑ۔۔۔۔۔۔فریدہ نے سوچا۔۔۔۔اور بولی۔ "اس وقت ہم ایک ایکٹویٹی کرنے جا رہے ہیں۔میرے کچھ دوست مجھے دھوکا دے کر ہالی ڈے کیمپ کے لیے روانہ ہوئے تھے۔۔۔۔لیکن مجھے علم ہو گیا۔میں نے ان کا تعاقب کیا۔اور یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہ ڈاک بنگلے میں موجود ہیں مجھے سخت الجھن محسوس ہوئی ان کی یہاں موجودگی پر۔۔۔۔۔میں سوچ رہی تھی کہ وہ مجھے دیکھ کر بے تحاشہ قہقہے لگائیں گے۔۔۔۔۔اور مجھے شرمندہ ہونا پڑے گا۔۔۔۔کیونکہ میں تنہا ہوں اور اب آپ مل گئے ہیں۔۔۔۔۔میں ان پر جتاؤں گی کہ آپ میرے گہرے دوستوں میں سے ہیں اور ہم نے ہالی ڈے کیمپ جانے کا پروگرام بہت عرصہ سے بنا رکھا تھا"۔

"تت۔۔۔۔۔تو۔۔۔۔آپ انہیں بیوقوف بنائیں گی۔۔۔۔۔۔"؟

"اوہ آپ تو بہت سمجھدار ہیں۔ جی ہاں یہی بات ہے"۔

خلاف امید نوجوان نے بڑے مایوسانہ انداز میں سر کو جنبش دی۔

" کیوں۔۔۔۔۔۔۔۔کیا بات ہے۔۔۔۔۔۔۔"؟۔

"میں مجبور ہوں"۔

" کیوں۔۔۔۔کیوں۔۔۔۔"؟۔

"میری ممی کہتی ہیں۔۔۔۔۔خود بیوقوف بن جاو۔۔۔۔۔لیکن کسی کو بیوقوف نہ بناو"۔

"ہوں"۔فریدہ نے طویل سانس لے کر اس کے چہرے پر نظر جمادی معصومیت اور حماقت مآبی میں ذرا برابر بھی فرق نہیں آیا تھا۔

بالآخر اس نے کہا۔ "اس کے باوجود بھی آپ کی ممی ہی کی بات اونچی رہے گی۔۔۔۔بے وقوف تو میں بناوں گی انہیں۔۔۔۔۔۔۔آپ سے مطلب۔۔۔۔۔"

"لیکن میں آپ کا دوست کب ہوں"؟۔

"ارے واہ اتنی دیر سے گفتگو کر رہے ہیں۔ابھی تک دوست ہی نہیں بنے۔۔۔۔۔۔۔۔"؟

"بن گئے ہیں"؟۔اس نے احمقانہ استعجاب سے پوچھا۔

"پھر بھلا کس طرح بنتے ہیں؟۔مل بیٹھتے ہیں۔بات چیت ہوتی ہے۔اور بس۔۔۔۔دوست بن جاتے ہیں۔۔۔۔۔"

"تب تو ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ "وہ اطمینان کے ساتھ سر ہلا کر بولا۔

"نام کیا ہے آپ کا۔۔۔۔"؟

"عمران۔۔۔۔علی عمران"۔

"نام بھی آپ ہی کی طرح خوبصورت ہے"۔فریدہ مسکرا کر بولی اور عمران نے شرما کر سر جھکا لیا۔

"خدا کی قسم۔۔۔۔۔ "فریدہ نے کچھ کہنا چاہا لیکن پھر رک گئی۔

چند لمحے خاموش رہنے کے بعد بولی۔ "لیکن آپ ان لوگوں کی موجودگی میں زیادہ تر خاموش ہی رہیں

گے"۔

"جی۔۔۔بہت اچھا۔۔۔۔"

"میں ان سے کہہ دوں گی کہ آپ فلسفہ کے طالب علم ہے"۔

"لل۔۔۔لیکن۔۔۔۔۔فلسفہ۔۔۔۔تو۔۔۔۔"؟

"فکر نہ کیجئے۔۔۔۔۔وہ سب میں سنبھالوں گی۔لیکن آپ کا رویہ میرے ساتھ ایسا ہی رہنا چاہئے۔ جیسے ہم دونوں ایک دوسرے کے بہت قریب ہیں۔اگر مجھے مخاطب کرنے کی ضرورت پیش آئے تو آپ کی بجائے تم کہہ کر مخاطب کیجئے گا۔۔۔۔میرا نام فریدہ ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"تب تو ٹھیک ہے"۔وہ بہت زیادہ خوش نظر آنے لگا۔

"کیا ٹھیک ہے"؟۔

"فریدہ کہہ کر تو میں آپ کی چٹیا بھی پکڑ سکوں گا"۔

"کیا بات ہوئی"؟۔

"میری چچازاد بہن کا نام بھی فریدہ ہے۔اور میں اس کی چٹیا پکڑ کر اس زور سے جھٹکے دیتا ہوں کہ گھنٹوں بیٹھی بسورا کرتی ہے"۔

"خیر۔۔۔۔خیر۔ہاں تو اب اپنا سامان نکالیئے ڈکے سے"۔

عمران نے اپنی ٹوسیٹر کی ڈکی سے ہولڈال اور اٹیچی کو فریدہ کی گاڑی میں منتقل کر دیا۔

"اپنی گاڑی کو لاک کر دیجئے"۔فریدہ نے کہا۔

"جی بہت اچھا"۔

سامان ڈکی میں رکھ کر فریدہ کی ہدایت کے مطابق وہ اگلی سیٹ پر اس کے قریب جا بیٹھا۔

فریدہ نے انجن اسٹارٹ کر کے گاڑی بیک کی اور اسے سیدھی عمارت کے برآمدے کی طرف لیتی چلی گئی۔

برآمدے سے ملا کر گاڑی کھڑی کرتے ہوئے اس نے کہا۔ "دیکھو، ہوشیار رہنا۔ قطعی نہ ظاہر ہونے پائے کہ تم یہیں اتفاقاً میرے دوست بنے ہو"۔

"جی بہت اچھا"۔

11

"پھر وہی جی بہت اچھا"۔ وہ جھنجھلا کر بولی۔ "یوں کہو۔ اچھا فریدہ ایسا ہی ہوگا"۔

وہ جھینپے ہوئے انداز میں بولا۔ "اچھا فریدہ ایسا ہی ہوگا۔

"بس دروازہ کھول کر نیچے اترو اور مجھے بھی اترنے میں مدد دو"۔

"میں کیسے مدد دوں"؟۔

"یعنی کہ جب میں نیچے اترنے لگوں تو میرا ہاتھ پکڑ لو اور یہ ظاہر کرو جیسے مجھے بھیگنے سے بچانا چاہتے ہو"۔

"گگ۔۔۔۔ گود میں اٹھا کر۔۔۔۔۔ وہاں پہنچا دوں یعنی کہ۔۔۔۔۔"؟

"احمق۔۔۔۔۔ وہ جھینپ گئی۔۔۔۔۔ سارا کھیل بگاڑ دو گے۔۔۔۔۔"

"پھر بتائیے میں کیا کروں۔۔۔۔۔"؟۔ وہ بے بسی سے بولا۔

"ایک طرف ہٹ جاؤ۔۔۔۔۔ میں خود اتر جاؤں گی"۔

"جی بہت اچھا۔۔۔۔ "وہ ایک طرف ہٹتا ہوا بولا۔ اور اس کے لیے دروازہ کھولے رہا۔ وہ ایک ہی جست میں برآمدے میں پہنچ گئی۔۔۔۔۔

اب چلو۔ اندر چل کر دیکھیں کہ وہاں کوئی ایسا آدمی بھی مل سکتا ہے جو ہمارا سامان ڈکی سے نکال کر اندر پہنچا دے"۔

"میں دوڑ کر دیکھ آؤں"؟۔

"اوہ۔۔۔۔ بس خاموش رہو۔۔۔۔ چلو میرے ساتھ۔۔۔۔ "اس نے کہا اور سوچا اتنا گھامڑ آدمی آج تک نظر سے نہیں گزرا۔۔۔۔۔ آخر اس نے انجینئرنگ کی ڈگری کیسے حاصل کی ہوگی"؟۔

وہ دونوں نشست کے کمرے میں داخل ہوئے۔ یہاں چار مرد مختلف جگہوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک لڑکی بھی تھی۔ خاصی دلکش اور اسمارٹ تھی۔۔۔۔ عمر بیس سال سے زیادہ نہ رہی ہوگی۔ اس کے قریب ہی ایک توانا اور بھاری جبڑوں والا مرد بھی بیٹھا نظر آیا۔۔۔۔ اور اس کی عمر بھی کچھ ایسی زیادہ نہیں تھی لیکن جسم کی بناوٹ کی بنا پر بھاری بھرکم لگتا تھا۔ گھٹا ہوا کسرتی بدن لباس کے اوپر سے بھی ظاہر ہو رہا تھا۔ شخصیت خاصی پرکشش تھی۔

فریدہ نے وہاں ان دونوں کی موجودگی پر حیرت ظاہر کی اور وہ بھی اسے دیکھ کر سٹپٹا سے گئے تھے۔۔

"اوہو۔۔۔۔ تیمور۔۔۔۔ صفیہ۔۔۔۔ "فریدہ کے لہجے میں حیرت تھی۔ پھر وہ ہنس پڑی۔۔۔۔۔ اور بولی۔۔۔۔۔ "تم لوگ کہاں آ پھنسے۔۔۔۔۔"؟

لڑکی جسے اس نے صفیہ کہہ کر مخاطب کیا تھا۔ کرسی سے اٹھتی ہوئی بولی۔ "تم کہاں جا رہی تھیں"؟۔

"ہالی ڈے کیمپ۔۔۔۔ یہ ہیں عمران، اور یہ صفیہ۔۔۔۔ کیوں؟ میرا خیال ہے کہ تم دونوں پہلے بھی مل چکے ہو"؟۔

صفیہ نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں اور اب وہ مرد بھی کرسی سے اٹھ گیا تھا۔ جسے فریدہ نے تیمور کہہ کر مخاطب کیا تھا۔

"نہیں میں تو پہلی بار مل رہی ہوں"۔ صفیہ نے عمران کو نیچے سے اوپر تک دیکھتے ہوئے کہا۔

"شاید مجھے بھی پہلے کبھی ان سے ملنے کا فخر نہیں حاصل ہوا"۔ تیمور گونجدار آواز میں بولا۔

"تت۔۔۔۔ تو۔۔۔۔ اب مل لیجئے۔۔۔۔۔ "عمران ہکلایا۔

فریدہ ہنس پڑی اور عمران کو پیار سے دیکھتی ہوئی لگاوٹ بھرے لہجے میں بولی۔ "یہ فلسفے کے طالب علم ہیں"۔

"خوب"۔ تیمور کا لہجہ طنزیہ تھا۔

عمران نے سختی سے اپنے ہونٹ بھینچ لیے تھے اور فرش کو تکے جا رہا تھا۔

"خیر، ہاں تو۔۔۔ "فریدہ چاروں طرف دیکھتی ہوئی آہستہ سے بولی۔

"یہاں تو کوئی بھی ایسا نہیں دکھائی دیتا جو ہمارا سامان یہاں لا سکے"۔

"میں خود ہی لے آتا ہوں"۔عمران بول پڑا۔

"یہی کچھ مجبوراً کرنا پڑے گا"۔فریدہ بولی۔

وہ دونوں پھر بیٹھ گئے۔۔۔۔۔اور عمران انہیں وہاں چھوڑ کر باہر چلا گیا۔

یہاں کل پانچ کرسیاں تھیں اور ایک گوشے میں ایک بنچ پڑی ہوئی تھی۔۔۔۔

فریدہ بنچ کی طرف بڑھتی چلی گئی۔۔۔۔

بنچ پر بیٹھ بھی گئی۔

لیکن ان دونوں میں سے کسی نے بھی اپنی کرسی اسے آفر نہ کی۔۔۔۔

کچھ دیر بعد عمران ہولڈال اور اٹیچی سنبھالے ہوئے اندر آیا۔۔۔۔اور غالباً اس انتظار میں چپ چاپ کھڑا رہا کہ فریدہ اسے کوئی دوسری ہدایت دے۔

"اوہو۔ڈیئر تو اسے رکھ دو نا کسی طرف"۔فریدہ نے جز بز ہو کر کہا۔

عمران نے فدویانہ انداز میں فوراً ہی تعمیل کی اور فریدہ نے اشارے سے اسے سمجھانے کی کوشش کر ڈالی کہ اب اسے اس کے قریب بیٹھ جانا چاہئے لیکن وہ سامان کے قریب بالکل ٹھس کھڑا رہا۔۔۔۔

تیمور ایسی نظروں سے اسے دیکھے جا رہا تھا جیسے اس کے بارے میں کسی قسم کا اندازہ کرنا چاہتا ہو۔۔۔۔۔صفیہ کے چہرے پر بھی الجھن کے آثار تھے۔۔۔۔۔پھر وہ دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر مسکرائے۔

"اس بنچ پر بیٹھنے سے شان نہ گھٹ جائے گی۔۔۔تم وہاں کیوں کھڑے ہو"؟۔فریدہ نے کسی قدر جھلاہٹ کے ساتھ عمران کو مخاطب کیا۔

"اوہو۔۔۔ہاں ہاں۔۔۔۔۔۔ "وہ چونک کر بولا۔ "میں سوچ رہا تھا کہ اگر یہاں"۔

"فکر نہ کرو۔۔۔۔بیٹھ جاو۔۔۔۔۔۔تفریحی سفر میں تکالیف بھی اٹھانی پڑتی ہیں۔۔۔۔۔سچ کہتی ہوں فلسفے نے تمہیں کسی کام کا نہیں رکھا"۔

عمران کھسیانی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس کی طرف بڑھا اور بنچ پر بیٹھ گیا۔فریدہ منہ پر رومال رکھ کر آہستہ سے بولی۔ "یہ مت بھولو کہ ہم دونوں بے تکلف دوست ہیں"۔

عمران نے آنکھیں بند کر کے سر کو اثباتی جنبش دی۔

پھر فریدہ نے کسی قدر اونچی آواز میں کہا۔ "میں بہت خوش ہوں۔اس بے سروسامانی میں کتنا رومان ہے"۔

"ہے تو"؟۔عمران بے ڈھنگے پن سے چہکا۔اور فریدہ نے طویل سانس لی۔وہ سوچ رہی تھی کاش یہ اتنا احمق نہ ہوتا۔کسی قدر اداکارانہ صلاحیت کا مالک بھی ہوتا۔

" کیوں نہ ہم۔۔۔۔یہ بنچ برآمدے میں اٹھا لے چلیں"؟۔فریدہ نے کہا۔ "ایسی دل کش برسات کہاں نصیب ہوگی"۔

"ضرور۔۔۔۔۔ضرور"۔

فریدہ اٹھ گئی۔عمران نے بنچ اٹھائی۔۔۔۔۔اور اسے برآمدے میں لایا۔فریدہ پیچھے پیچھے آئی۔

"ٹھیک ہے۔۔۔۔بس یہیں رکھ دو۔۔۔۔۔۔ "اس نے کہا۔

عمران نے بنچ رکھ کر پوچھا۔ " کیا سامان بھی اٹھا لاوں"؟۔

"اوہو۔۔۔۔سامان کہاں بھاگا جا رہا ہے۔۔۔۔آخر تم پر اتنی بدحواسی کیوں طاری ہے بیٹھو"۔

وہ دونوں کمپاونڈ کی طرف منہ کر کے بیٹھ گئے۔بارش کا زور کم ہو گیا تھا۔

عمران ایک ٹک خلا میں گھورے جا رہا تھا۔کبھی کبھی ٹھنڈی سانس لے کر منہ بھی چلاتا۔

"ارے تو کچھ بات ہی کرو"۔فریدہ بولی۔

"جج۔۔۔۔۔جی"۔عمران چونک پڑا۔

"شاید ہوگئی ہے"؟۔فریدہ نے پوچھا۔

"بب۔۔۔۔۔بالکل۔۔۔۔۔ "اس نے جلدی سے کہا۔۔۔۔ایسی بوکھلاہٹ طاری ہوئی تھی کہ اس پر فریدہ بے ساختہ ہنس پڑی۔

"تو اس میں پریشانی کی کیا بات ہے"؟۔

"مم۔۔۔۔میں نے سوچا شاید پھر نوکری نہ دلوائیں آپ۔۔۔۔میں نے اخبارات میں اکثر ایسے بھی اشتہارات دیکھے ہیں جن میں صاف لکھا ہوتا ہے کہ غیر شاید شدہ لوگ اپلائی نہ کریں"

"نہیں۔۔۔ایسی کوئی بات نہیں"۔فریدہ سنجیدگی سے بولی۔

"شادی کے بارے میں سوچتا ہوں تو مجھے بڑی شرم آتی ہے"۔

"بھلا یہ کیوں۔۔۔۔"؟

"بچے پیدا ہو کر مجھے پپا کہیں گے"۔عمران نے کہا اور شرما کر سر جھکا لیا۔

"کیا بات ہوئی؟۔تم واقعی عجیب ہو"۔

عمران کچھ نہ بولا۔

فریدہ نے سوچا گفتگو جاری رہنی چاہئے۔ورنہ یہ فارم میں نہیں آسکے گا۔

"ہوں۔تو یہ بات ہے"۔وہ سر ہلا کر بولی۔ "لیکن تم اپنے والد صاحب کو کیا کہتے ہو"؟۔

"والد"۔

"کیا والد کہہ کر مخاطب کرتے ہو"؟۔

"بالکل:"۔اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"تو گویا اپنی نوعیت کے ایک ہی ہو"۔

چونکہ کھلا ہوا استہزائیہ انداز تھا۔اس لیے عمران بگڑ کر بولا۔ "اس کا کیا مطلب ہوا"؟۔

مطلب یہ کہ دنیا سے نرالے ہو۔انگریزی میں باپ کو فادر کہتے ہیں لیکن کوئی بیٹا باپ کو فادر کہہ کر

مخاطب نہیں کرتا۔ڈیڈی پاپا کہتا ہے۔میرا خیال ہے کہ دنیا کی ہر زبان میں یہی ہوتا ہوگا"۔

"ہوتا ہو۔۔۔۔۔ "عمران کا لہجہ بدستور غصیلہ تھا۔

"یہ تو کھلی ہوئی زبردستی ہے"۔

"دیکھئے جناب۔میں امرود کو ہر حال میں امرود ہی کہوں گا"۔

"میں نہیں سمجھی"؟۔

" سمجھئے۔وہ سامنے امرود کا درخت ہے۔اس میں امرود لگے ہوئے ہیں آپ بھی انہیں امرود ہی کہیں گی"؟۔

"بالکل کہوں گی"۔

"لیکن اگر آپ امرود کھا رہی ہوں اور میں پوچھوں کہ کیا کھا رہی ہیں تو آپ یہ تو ہرگز نہیں کہیں گی کہ شکر قند کھا رہی ہوں"؟۔

" قطعی نہ کہوں گی"۔

"بس اسی طرح سمجھ لیجئے"۔

" بھئی کیا سمجھ لوں"؟۔

"لاحول ولاقوۃ۔۔۔ "عمران زیر لب بڑبڑایا۔ " کیسی مصیبت میں پھنس گیا ہوں"۔

"زور سے کہو جو کچھ کہنا ہو"؟۔

عمران جھلا کر بولا۔ "میں خط میں ان کو لکھتا ہوں جناب والد صاحب قبلہ السلام علیکم۔۔۔۔پھر زبان سے کیوں۔ابا ٹا یا پاپا ٹا پا کہوں"؟۔

"خدا کی قسم تم تو واقعی فلسفیوں جیسی باتیں کر رہے ہو"۔وہ ہنس پڑی۔

اور عمران برا سا منہ بناتے ہوئے دوسری طرف دیکھنے لگا۔

"ہائیں۔۔۔۔تم تو خفا ہو گئے۔۔۔۔۔"

عمران کچھ نہ بولا۔اتنے میں وہ لوگ بھی برآمدے میں نکل آئے جو اندر بیٹھے ہوئے تھے۔

اب دراصل یہ مسلہ چھڑا ہوا تھا کہ وہ بذات خود وہاں تک جائیں جہاں سڑک پانی میں ڈوبی ہوئی بتائی جاتی ہے۔۔۔۔۔خود دیکھ کر آئیں۔۔۔۔۔۔۔ورنہ ہوسکتا ہے کہ ڈاک بنگلے والوں نے اپنی کمائی کے لیے یہ شوشہ چھوڑا ہو۔۔۔۔۔

عمران اور فریدہ ان کی گفتگو سنتے رہے۔۔۔۔لیکن خود کچھ نہ بولے۔۔۔۔۔۔تیمور اور صفیہ بھی ان لوگوں سے متفق تھے جو اس جگہ تک جانا چاہتے تھے۔

بارش اب بہت ہلکی ہوگئی تھی۔۔۔۔۔

وہ سب اپنی گاڑیوں کی طرف چلے گئے۔۔۔۔۔

"آپ کے دوست بھی جا رہے ہیں"؟۔عمران نے کہا۔

"ہوں۔اوں۔۔۔۔۔۔ "فریدہ چونک کر بولی یک بیک وہ بہت زیادہ مغموم ہوگئی تھی۔

"لیکن یہ کیسے دوست ہیں"؟۔

" کیوں"۔فریدہ اسے گھور کر بولی۔

"انہوں نے آپ سے چلنے کو نہیں کہا"؟۔

" کچھ ایسے زیادہ گہرے دوست بھی نہیں ہیں"۔

"میرا تو کوئی دوست ہی نہیں ہے۔میں کسی کو دوست بنانا پسند نہیں کرتا"۔

"مجھے بھی نہیں"؟۔فریدہ اٹھلائی۔

"آپ تو مجھ نوکری دلائیں گی نا"؟۔

"یقیناً"۔

"بس تو پھر آپ میری دوست ہیں"۔

" کیا واقعی تمہاری کسی لڑکی سے دوستی نہیں"؟۔

Rehan Ahmed
http://www.rehanahmed.com

" کیا لڑکیاں بھی دوستی کے قابل ہوتی ہیں۔۔۔۔"؟ عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

" کیوں نہیں ہوتیں"؟۔

"ہرگز نہیں ہوتیں۔۔۔۔کیا وہ میرے ساتھ کبڈی کھیل سکتی ہیں"؟۔

"واقعی تم عجیب ہو"۔

" کیوں نہ ہم بھی چل کر دیکھ لیں"؟۔

"میں تو اب کہیں نہیں جاوں گی۔رات یہیں بسر کروں گی"۔

"اور اگر وہ لوگ چلے گئے"؟۔

"جہنم میں جائیں"۔

عمران خاموش ہو گیا۔

فریدہ گہری سوچ میں تھی۔

اس وقت پھر چوٹیں ہری ہو گئی تھیں۔اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور عمران کو اس طرح دیکھنے لگی جیسے پہلی بار دیکھا ہو۔

" کیا تم سچے دل سے میرا دوست بننا پسند کرو گے"؟۔اس نے دردناک لہجے میں پوچھا۔

عمران نے ایسے انداز میں پلکیں جھپکائیں جیسے وہ جملہ کسی غیر ملکی زبان میں ادا کیا گیا ہو۔۔۔۔۔۔۔

"وہ حیرت سے منہ پھاڑے اسے دیکھتا رہا"۔

" کیا میری بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئی"؟۔

عمران نے نفی میں سر ہلا کر اس کی طرف دیکھتا رہا۔

"حالانکہ ہمارے معاشرے میں عورت اور مرد کی دوستی کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھا جاتا پھر بھی میری خواہش ہے کہ ہم دوست بن جائیں۔۔۔۔۔"

"اچھی بات ہے"۔عمران بے بسی سے بولا۔

"تمہیں خوش ہونا چاہئے کہ ایک عورت تم سے دوستی کی خواہش رکھتی ہے"۔فریدہ جھنجھلا گئی۔

"دراصل مجھے یہ سب کچھ نہیں آتا"۔عمران کھسیانی سی ہنسی کے ساتھ بولا۔ "میں بالکل وہ ہوں اس معاملے میں۔۔۔۔الو۔۔۔۔"

"تب تو تم اور زیادہ اچھے دوست ثابت ہوسکو گے"۔

"لیکن مجھے آپ کا وہ دوست بالکل پسند نہیں آیا۔۔۔۔کیا نام۔۔۔۔۔۔۔جمہور"۔

"جمہور۔۔۔۔۔۔ "وہ ہنس پڑی۔۔۔۔ "جمہور نہیں تیمور"۔

"وہی۔۔۔وہی۔۔۔ "عمران سر ہلا کر بولا۔

"تمہیں کیوں نہیں پسند آیا"؟۔

"پتہ نہیں کیوں"؟۔اس کی صورت مجھے غصہ دلاتی ہے"۔

فریدہ نے اسے غور سے دیکھا لیکن بولی کچھ نہیں۔۔۔۔اور عمران تو اس کی طرف دیکھ ہی نہیں رہا تھا۔۔۔۔

اتنے میں وہ دونوں گاڑیاں پھر واپس آتی دکھائی دیں۔

"اوہو"۔فریدہ بولی۔ "یقین نہیں آتا تھا اس بے چارے کی بات پر میں کہتی ہوں اس غریب کو دو چار پیسے مل بھی گئے تو کیا یہ لوگ کھنگال ہو جائیں گے"؟۔

"کاش اس وقت میرے پاس دو چار مرغیاں ہوتیں"۔عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"کیا مطلب"؟۔

"بیس روپے فی مرغی کے حساب سے بہ آسانی فروخت کر سکتا"۔

"چھوٹی بات۔۔۔۔تم اب ایسی باتیں نہ سوچو۔۔۔۔میرے دوست ہوں"۔

"کیا آپ ہنری فورڈ ہیں"؟۔عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"نہیں اتنی دولت مند نہیں ہوں۔لیکن تم میری گاڑی تو دیکھ ہی رہے ہو"؟۔

عمران نے کچھ سوچتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔

وہ سب اپنے اپنے گاڑیوں سے اترے اور پھر برآمدے میں آ کھڑے ہوئے۔

فریدہ نے محسوس کیا کہ تیمور عمران کو گھورے جا رہا ہے۔اور صفیہ کی نظریں بھی اسی کی طرف ہیں۔

اسے ایک طرح کی طمانیت کا احساس ہوا اور کچھ دیر پہلے کی گھٹن دور ہوگئی۔تو اس نے انہیں الجھن میں ڈال دیا ہے۔اس نے سوچا اور یک بیک کھلنڈرے موڈ میں آ گئی۔

برآمدے کے نیچے ایک بہت بڑا مینڈک پھدکتا پھر رہا تھا۔اس نے عمران کا شانہ جھنجھوڑ کر مینڈک کی طرف اشارہ کیا۔۔۔۔مقصد صرف مینڈک دکھانا تھا۔۔۔لیکن عمران نے دوسرے ہی لمحے برآمدے سے باہر چھلانگ لگائی اور اس مینڈک کو پکڑنے کے لیے دور تک دوڑتا چلا گیا۔۔۔اور بالآخر پکڑ کر ہی دم لیا۔۔۔

برآمدے میں کھڑے ہوئے لوگ ہنس رہے تھے اور فریدہ کا موڈ بالکل چوپٹ ہو گیا تھا۔

تیمور اور صفیہ کے استہزائیہ قہقہے زہر لگ رہے تھے۔اسے عمران پر شدت سے غصہ آیا۔اور وہ اٹھ کر اندر چلی گئی۔وہاں بیٹھی رہ کر خود بھی مضحکہ بنتی۔۔۔۔۔کچھ دیر بعد اس نے عمران کو اونچی آواز میں بولتے سنا اور بوکھلا کر پھر برآمدے میں نکل آئی۔

وہ سب عمران کو گھیرے کھڑے تھے۔۔۔۔۔۔اور عمران مینڈک کو دونوں ہاتھوں میں دبائے کہہ رہا تھا۔ "یہی ہے۔۔۔۔مجھے عرصہ سے اس کی تلاش تھی۔اس مینڈک کو یونانی زبان میں "پونی گرس" اور عربی میں "بنی غورث " کہتے ہیں"

"اوہو۔۔۔۔ " کسی نے کہا۔ "ہمیں نہیں معلوم تھا کہ یہ اتنا مغرز مینڈک ہے"۔

"اب اپنی معلومات میں اضافہ کیجئے"۔عمران نے سر ہلا کر سنجیدگی سے کہا۔

"کچھ اور بتائیے اس کے بارے میں"؟۔

"زہر مہرہ ہوتا ہے اس کی کھوپڑی میں"؟۔

"زہر مہرہ کیا چیز۔۔۔۔۔۔"؟ اسی آدمی نے سوال کیا۔

"پتھر شکل کی ایک چیز ہوتی ہے۔ چمک دار اور سیاہ رنگ والی۔۔۔۔ بالکل سیاہ نہیں۔۔۔۔۔ بالکل سبزی مائل سیاہی ہوتی ہے۔۔۔۔۔۔۔ زہر مہرہ کا استعمال تو سب ہی جانتے ہیں"۔

"نہیں صاحب۔۔۔۔۔۔ میں تو نہیں جانتا"؟۔

"اور کوئی صاحب۔۔۔۔۔۔۔۔"؟ عمران نے کسی فٹ پاتھی مجمع باز حکیم کی طرح ہانک لگائی اور خاموشی سے ان کے چہروں کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر بولا۔

"افسوس صد افسوس۔ اتنے لوگوں میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو زہر مہرہ کا استعمال جانتا ہو۔۔۔۔ اچھا ایک ایک قدم پیچھے ہٹ جائیے۔۔۔۔۔۔۔۔

وہ سب ہنستے ہوئے ایک ایک قدم پیچھے ہٹ گئے۔۔۔۔۔ لیکن تیمور اب بھی نہایت سنجیدگی سے عمران کو گھورے جا رہا تھا۔ صفیہ کبھی ہنستی اور کبھی سنجیدہ ہو جاتی۔

"اچھا تو صاحبان۔۔۔۔۔ میں آپ کو بتاتا ہوں۔۔۔۔ زہر مہرہ سانپ کے زہر کا تریاق ہے۔۔۔۔ جہاں سانپ کے دانت کا نشان ہو وہاں زہر مہرہ رکھ دیجئے۔ وہ آپ کے جسم کے گوشت سے چپک کر رہ جائے گا اور اس وقت تک نہیں چھوڑے گا جب تک کہ سارا زہر چوس نہ لے۔۔۔ کیا نام ہے اس مینڈک کا"؟۔

کوئی کچھ نہ بولا۔

عمران ایک ایک کی شکل دیکھتا رہا۔ پھر ہنس کر بولا۔

"بھول گئے۔۔۔۔۔ اتنی جلدی۔۔۔۔ یونانی میں پونی گرس اور عربی میں بنی غورث کہتے ہیں۔۔۔۔"

"فیثا غورث کی اولاد تو نہیں ہے"؟۔ کسی نے کہا۔

"جی میں اتنا جاہل نہیں ہوں"۔ عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "میں جانتا ہوں کہ فیثا غورث ببول کے درخت کو کہتے ہیں"۔

پھر قہقہہ پڑا۔

تیمور اب بھی سنجیدہ تھا۔ البتہ صفیہ دوسرے قہقہوں کا ساتھ دے رہی تھی اور فریدہ کا دل چاہ رہا تھا کہ عمران کو پیٹ

کر رکھ دے۔۔۔۔۔۔۔۔۔

"بھائی صاحب، اب اس سے زہر مہرہ حاصل کیسے کیا جائے گا"؟۔ ایک آدمی نے بڑی لجاجت سے پوچھا۔

"الٹا لٹکا دیجئے اس کو۔۔۔۔ اور نیچے آگ جلا کر گہرا دھواں کیجئے۔۔۔۔۔ بوکھل کر خود ہی اگل دے گا۔۔۔ "عمران نے کہا۔

" کھوپڑی توڑ کر کیوں نہ نکال کلے "؟۔ کسی نے تجویز پیش کی۔

"ہرگز نہیں صاحبان۔۔۔۔۔ اس طرح آپ زہر مہرہ نہیں حاصل کر سکیں گے پانی ہو جاتا ہے۔۔۔۔ زندہ مینڈک راضی خوشی سے اگل دے گا تو آپ خوش نصیب ہیں"۔

"ہاں یہ ٹھیک کہتے ہیں"۔ ان میں سے ایک آدمی بولا۔ چونکہ اس کے لہجے میں سنجیدگی تھی اس لیے دوسرے خاموش ہی رہے۔۔۔۔

اور اس کے بعد تو سب ہی سنجیدگی سے اس مسلے پر غور کرنے لگے تھے۔ کیونکہ انہیں کچھ کچھ یاد آ رہا تھا کہ ان کے دادا یا نانا بھی زہر مہرہ کے بارے میں اس قسم کی باتیں کرتے تھے۔۔۔۔ حد یہ ہے کہ فریدہ نے بھی یہ محسوس کیا جیسے پہلے بھی کبھی یہ چیز اس کے گوش گزار ہوئی ہو۔۔۔۔

پھر اس نے ایک حیرت خیز منظر دیکھا۔ وہ سارے شریف آدمی اس مینڈک کو الٹا لٹکا دینے کی فکر میں پڑ گئے تھے۔ اس کی پچھلی ٹانگیں باندھی گئیں۔۔۔۔۔ اور ایک صاحب اسے لٹکائے کھڑے رہے۔

دوسرے جیالے نے اپنے سوٹ کیسے سے دو قمیصیں نکالیں اور ان میں آگ لگا دی۔ بارش کی وجہ سے انہیں خشک لکڑی یا خس و خاشاک نہیں مل سکتے تھے۔ لہذا زہر مہرہ حاصل کتنے کی شوق میں انہیں دو

قمیصیں پھونکنی پڑی تھیں۔

فریدہ نے عمران کی طرف دیکھا۔ جواب ان سے الگ تھلگ کھڑا انہیں عجیب انداز میں دیکھ رہا تھا۔ چہرے پر ایسے ہی تاثرات تھے جیسے مینڈک کو الٹا لٹکا کر سخت عبرت ہوئی ہو"۔

"ذرا اور ادھر۔۔۔۔۔۔ دھواں نہیں لگ رہا"۔ قمیضوں میں آگ لگانے والے نے اسے ہدایت دی جو مینڈک کو الٹا لٹکائے کھڑا تھا۔

فریدہ سنجیدگی سے منتظر تھی کہ اب مینڈک نے منہ کھولا اور زہر مہرہ ٹپکا۔

22

دونوں قمیصیں خاک ہو گئیں۔۔۔۔۔۔ لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔

اب عمران کچھ اس قسم کا منہ بنائے ایک ایک کی شکل دیکھ رہا تھا۔ جیسے نادانستگی میں کوئی کڑوی چیز کھا گیا ہو۔۔۔۔۔

دفعتاً فریدہ نے محسوس کیا کہ اب ان لوگوں کی آنکھوں میں خفت اور جھنجھلاہٹ کے آثار پائے جا رہے ہیں۔

"کیوں جناب۔۔۔۔۔۔"؟۔ اچانک اس آدمی نے عمران کو مخاطب کیا جس نے اپنی دو عدد قمیصیں ضائع کی تھیں۔

میں بھی یہی سوچ رہا تھا"۔ عمران سر ہلا کر پر تشویش لہجے میں بولا۔ "دراصل مجھے یاد نہیں کہ اسے کتنی دیر دھواں دیا جاتا ہے"۔

"بے وقوف بناتے ہو۔۔۔۔۔"؟ وہ آنکھیں نکال کر بولا۔

"ارے توبہ توبہ۔۔۔۔۔ "عمران دونوں ہاتھوں سے منہ پیٹتا ہوا بولا۔ "یہ بات ہو تو سامنے کی دونوں آنکھیں پھوٹ جائیں"۔

"سامنے کی۔۔۔۔۔۔ یعنی میری۔۔۔۔۔۔"؟ اس نے جھینپ کر کہا۔

"آپ کے پاس کیا ثبوت ہے کہ یہ وہی مینڈک ہے۔۔۔۔۔۔"؟ دوسرا آدمی بولا۔

"اب میں کیا عرض کروں جناب۔حکیم نل نل فلوس نے یہی پہچان لکھی ہے۔۔۔۔میں کہتا ہوں،ابھی کچھ دیر اور دھواں۔۔۔۔۔"

"اب آپ اپنی قمیض اتاریئے۔۔۔۔۔۔۔ "پہلا بول پڑا۔

"اگر مانگے کی نہ ہوتی تو اسے اس تجربے پر قربان کر دیتا۔۔۔۔۔۔ "

"عمران۔۔۔۔"فریدہ نے اسے آواز دی۔

"او۔۔۔ہو۔۔۔۔اچھا اچھا۔۔۔۔۔ "وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں اس کی طرف بڑھا۔

"اندر چلو۔۔۔۔۔ "فریدہ اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتی ہوئی بولی۔

اندر گھسیٹ لائی اور ہانپتی ہوئی بولی۔ "یہ تم نے کیا شروع کر دیا"؟۔

"مم۔۔۔۔۔۔میں نے۔۔۔۔۔"؟لہجہ نہ صرف تحیر آمیز تھا بلکہ اس میں خوفزدگی کی بھی آمیزش تھی۔

"ہاں تم نے۔۔۔۔یہ بچگانہ حرکتیں۔۔۔۔۔"؟اس نے آنکھیں نکالیں۔

"آپ ہی نے تو کہا تھا مینڈک پکڑنے کو"؟۔

" پکڑنے کو کہا تھا۔میں نے یا صرف دکھایا تھا"؟۔

"لاحول ولاقوۃ"۔وہ برا سا منہ بنا کر بولا۔ " کیا حماقت ہوئی ہے"؟۔

"اور پھر یہ زہر مہرہ والی حرکت"؟۔

"بس یاد آ گیا۔اس مینڈک کو پونی گرس کہتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔یونانی میں۔۔۔۔۔۔اور عربی میں بنی غورث۔۔۔۔۔۔"

وہ اسے تیز نظروں سے دیکھتی رہی پھر بولی۔ "اگر میں ساتھ نہ ہوتی تو یہ لوگ تمہاری پٹائی کر دیتے۔۔۔۔۔سمجھے"؟۔

"آپ ساتھ نہ ہوتی تو مجھے کیا پڑی تھی خواہ مخواہ مینڈک پکڑتا پھرتا"۔عمران نے غصیلے لہجے میں کہا اور

بڑبڑاتا رہا۔ "واہ یہ اچھی رہی۔۔۔۔خود ہی تو مینڈک پکڑنے کو کہیں۔۔۔۔۔ "

" تمہیں گھن نہیں معلوم ہوئی تھی"؟۔

"اب معلوم ہو رہی ہے۔۔۔۔خواہ مخواہ ایک ایسے نامعقول مینڈک کے ساتھ مغز ماری کرتا رہا جو زہر مہرہ بھی نہ اگل سکا۔۔۔۔لیکن میرا خیال ہے کہ ابھی اور دھواں دینا چاہیئے "۔

"اور اس گدھے نے اپنی دو قمیصیں پھونک دیں"۔

"آپ کے پاس کوئی ساری واری بھی ہے۔۔۔۔۔ابھی میں مطمئن نہیں ہوں"۔

" کیا مطلب"؟۔اب میری ساری بھی جلوانے کا ارادہ ہے۔۔۔۔۔"؟

"اگر میں اس سے زہر مہرہ اگلوانے میں کامیاب ہو گیا تو یہ انسانیت کی بہت بڑی خدمت ہوگی"۔

"تم اپنا اٹیچی ٹٹولو۔۔۔۔۔میرے پاس تو کچھ بھی نہیں"۔

"میرے پاس سارے کپڑے مانگے کے ہیں۔۔۔۔۔ چھ مہینے سے بے کار ہوں۔ہنسی کھیل نہیں ہے"۔

"تو ان لوگوں سے یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ تم مانگے کی قمیض پہنے ہوئے ہو"؟۔

"آہا۔۔۔۔تو پھر کیا اسے جلوا دیتا"؟۔

فریدہ زچ ہو جانے والے انداز میں خاموش ہو گئی۔

--------------------*----------*

ڈاک بنگلے میں چار کمرے تھے۔ایک ان دونوں کے حصے میں بھی آیا تھا لیکن شب بسری کے لیے فرش ہی نصیب ہوا۔ڈاک بنگلے کا محافظ پانچ سے زیادہ چار پائیاں مہیا نہ کر سکا تھا۔چاروں عدد ان کے ہاتھ لگی تھیں جو سیڈان پر آئے تھے۔اور ایک صفیہ اور تیمور کے حصے میں آئی تھی۔۔۔۔۔ان چاروں نے اخلاقاً بھی ایک چار پائی سے دستبردار ہونا پسند نہیں کیا تھا۔

فریدہ اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے پیچ وتاب کھا رہی تھی۔۔۔۔وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس کی موجودگی میں وہ دونوں ایک ہی کمرے میں رات گزارے کی جرات کر سکیں گے۔۔۔۔اس کا خیال تھا کہ صفیہ اس سے کہے گی کہ وہ اس کے ساتھ رہے گی۔۔۔۔۔عمران اور تیمور دوسرے کمرے میں رات بسر کریں گے۔

فریدہ سوچتی اور ابلتی رہی۔حتی کہ ایک بار بے خیال میں زبان سے بھی نکل گیا۔۔۔۔۔ "میں اسے گولی مار دوں گی"۔

عمران جو اس سے کچھ فاصلے پر بیٹھا ہوا تھا اچھل پڑا اور گھگھیا کر بولا۔ "وہ تو پہلے ہی مارا جا چکا"

"کون۔۔۔۔۔"؟ فریدہ نے جھلائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"مینڈک"۔

"خاموش رہو"۔

"جی بہت اچھا"۔

لالٹین کی ناکافی روشنی میں اس کے چہرے کے تاثرات کا اندازہ کرنا دشوار تھا۔۔۔۔۔

فریدہ فوراً ہی سنبھل گئی۔اس نے سوچا اس بے چارے سے ایسے لہجے میں گفتگو نہ کرنی چاہئے۔

"تم کب تک یونہی بیٹھے رہو گے۔۔۔۔اپنا بستر بچھاؤ اور سو جاؤ"؟۔

"اور آپ۔۔۔۔۔"؟

"میں عادی ہوں جاگنے کی۔۔۔۔ساری رات اسی کرسی پر بیٹھ کر رات گزار سکتی ہوں"۔

"میں سر کے بل کھڑا ہو کر بھی سو سکتا ہوں۔۔۔۔اس لیے براہ کرم میرا بستر استعمال کیجئے۔۔۔۔"

"یہ ناممکن ہے۔۔۔۔۔اتنی زیادہ تکلیف نہیں دے سکتی تمہیں۔۔۔۔یہی کیا کم ہے کہ میرے ساتھ اس ڈرامے میں شریک ہو گئے ہو"۔

"میری سمجھ میں تو نہیں آتا"؟۔

فریدہ کچھ نہ بولی۔ وہ اسے بتاتی بھی کیا"؟۔

"تم اپنے بارے میں مجھے بتاو"؟۔اس نے کہا۔

"میں۔۔۔یعنی میں۔۔۔اپنے بارے میں"؟۔عمران رک رک کر بولا۔ "علی عمران نام ہے میرا ۔۔۔۔۔باپ کا نام ایف رحمان۔۔۔۔۔پتہ نہیں کیوں وہ خود کو فضل الرحمٰن لکھتے ہوئے شرماتے ہیں۔۔۔۔۔۔ہمیشہ ایف رحمان ہی لکھتے ہیں۔ ہر سال میرے لیے ایک بھائی بہن مہیا کرنا ان کی ہابی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔"

"مضحکہ اڑا رہے ہو باپ کا"؟۔

"وہاٹ اے گریٹ مین ہی از"۔

"میں ان کے بارے میں نہیں تمہارے بارے میں پوچھ رہی ہوں"؟۔

"ابھی میں اس قابل ہی نہیں ہوں کہ اپنے بارے میں کچھ بتا سکوں"۔

" کوئی گرل فرینڈ رکھتے ہو"؟۔

" کہاں رکھو، جیب بہت مختصر ہے"؟۔

"اس وقت تو تم بڑی عقلمندی کی باتیں کر رہے تھے"؟۔

"سورج طلوع ہوتے ہی عقل رخصت ہو جاتی ہے"۔

" کبھی کسی سے محبت بھی کی ہے"؟۔

"صرف اپنی فٹی سے، جو ایک گیلن میں چالیس میل نکالتی ہے"۔

" کرو بھی کیا؟ تمہیں منہ لگائے گا کون"؟۔وہ جل کر بولی۔

"اچھا اس کی بات نہ کیجئے۔ مجھے شرم آتی ہے"۔عمران نے جھینپتے لہجے میں کہا۔اور فریدہ ہنس پڑی۔

عمران خاموش بیٹھا رہا۔

"سوال یہ ہے کہ رات کیسے گزری گی"؟۔فریدہ نے کچھ دیر بعد کہا۔

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں"۔

"تم کیا سوچ رہے ہو"؟۔

" کچھ کھائے بغیر رات کیسے گزرے گی"۔ چوکیدار نے کہا تھا کہ وہ رات کا کھانا مہیا کرے گا۔

"اگر اس نے کوئی ایسی اچھی بات کہی تھی تو مجھے اس شریف آدمی کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے"۔ عمران اٹھتا ہوا بولا۔

"نہیں۔۔۔۔۔تم کہیں جاؤ گے نہیں۔۔۔۔۔"

" کیوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"؟

"تنہا۔۔۔۔ مجھے ڈر لگے گا۔۔۔۔۔۔ دیکھو کتنا گہرا اندھیرا ہے"۔

"لالٹین ساتھ لے جاوں گا۔۔۔۔۔ آپ فکر نہ کیجئے"۔

"یعنی میں اندھیرے میں رہ جاوں گی"؟۔

"اندھیرے میں ڈر نہیں لگے گا"۔

" کیا بات ہوئی"؟۔

"اندھیرے میں کچھ سوجھائی نہیں دیتا پھر ڈر کس کس چیز سے لگے گا"؟۔

" پتہ نہیں کہاں کی منطق کھود لاتے ہو"؟۔

عمران کچھ نہ بولا۔

تھوڑی دیر بعد فریدہ نے پوچھا۔ " کیا تم بہت بھوکے ہو۔۔۔۔۔۔"؟

"تین دن سے کھانا نہیں کھایا میں نے"۔

" کیوں اڑاتے ہو"؟۔

"چھ ماہ سے بیکار ہوں۔۔۔۔ ہنسی کھیل نہیں ہے۔ اور دیکھئے۔ میں نے ان لوگوں کے ساتھ ایک لمبا چوڑا ناشتہ دان بھی دیکھا تھا"۔

" کن لوگوں کے ساتھ "؟۔

"منصور اور صفیہ کے ساتھ"۔

"منصور نہیں۔۔۔۔۔۔۔تیمور۔۔۔۔۔۔تمہاری یاداشت کمزور معلوم ہوتی ہے "؟۔

"اچھا ۔۔۔۔کیا فرق ہے۔۔۔۔۔۔۔منصور اور تیمور میں "؟۔

" کوئی فرق ہی نہیں ہے "۔

"میں آپ سے پوچھ رہا ہوں۔۔۔۔۔"؟

"اچھا خاموش رہو۔دماغ چاٹ ڈالتے ہو۔۔۔۔۔۔"

پتہ نہیں کیوں۔۔۔۔۔اس آدمی تیمور کو دیکھ کر مجھے غصہ آنے لگتا ہے "؟۔

" بھلا غصہ کیوں آنے لگتا ہے "؟۔فریدہ کے لہجے میں حیرت تھی۔

"یہی تو سمجھ میں نہیں آتا ہے "۔

" کہیں اس سے الجھ نہ بیٹھنا۔۔۔۔۔توڑ موڑ کر رکھ دے گا۔کسی ارنے بھینسے کی طرح طاقت ور ہے "۔

"شاید اسی لیے غصہ آتا ہے کہ وہ کسی ارنے بھینسے کی طرح عقل سے بھی محروم ہے "۔

"تم نے کیوں کہی یہ بات "؟۔

"یہ کیسا دوست ہے آخر کہ ایک بار بھی اس نے آپ کی خیریت نہیں دریافت کی۔۔۔۔۔۔۔"؟

فریدہ کا سارا جسم جھنجھلا اٹھا۔ہونٹ ہلے جواب میں کچھ بھی زبان سے نہ نکل سکا۔اس نے سوچا کیا اس اجنبی کو سب کچھ بتا دیا ہے؟۔لیکن کیوں؟ آخر کیوں؟۔اس کی ضرورت ہی کیا ہے۔۔۔۔۔؟

بالآخر وہ کھنکار کر بولی۔ "ہر طرح کے دوست ہوتے ہیں دنیا میں۔۔۔۔۔"

"ہوتے ہوں گے۔لیکن اس طرح کا دوست میری سمجھ میں تو نہیں آتا "؟۔

" کس طرح کا دوست "؟۔

Rehan Ahmed
http://www.rehanahmed.com

"یہ بھی آپ ہی بتائیے۔۔۔۔۔۔کوئی میں نے اسے قریب سے دیکھا ہے"۔

فریدہ خاموش ہوگئی۔پھر زبردستی کی ہنسی کے ساتھ بولی۔ "تو اس طرح بے تکی باتوں میں رات گزاریں گے"۔

"میرا دل نہیں لگ رہا۔۔۔۔۔۔۔ "عمران بڑبڑایا۔

" کیوں"؟۔

" مچھر نہیں ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔یہاں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"اس نے بڑی بیزاری سے کہا۔

"یعنی کہ مچھروں کے نہ ہونے کی وجہ سے تمہارا دل نہیں لگ رہا"؟۔

"بالکل۔۔۔۔۔۔۔۔کتنا اچھا ستار بجاتے ہیں۔۔۔۔۔رات کی تنہائیوں میں دل بہلتا ہے اس سے"۔

" کیا تمہارے ساتھ کوئی نہیں رہتا"؟۔

"جی نہیں۔۔۔۔میں شاہ دارا میں تنہا رہتا ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔"

"اور گھر کے دوسرے لوگ۔۔۔۔۔۔"؟

"وہ سب دارالحکومت میں رہتے ہیں۔۔۔۔۔مسٹر ایف رحمان کیساتھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"بڑی بیزاری سے اپنے باپ کا تذکرہ کرتے ہو۔۔۔۔۔۔۔"؟

"اس سے بھی زیادہ بیزاری سے وہ میرا تذکرہ کرتے ہوں گے"۔

" کیوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔"؟

"انہیں شاید معلوم بھی نہ ہو کہ میں زندہ بھی ہوں یا مر گیا"۔

"عجیب عجیب باتیں معلوم ہو رہی ہے۔تم اپنے گھر والوں کے ساتھ کیوں نہیں رہتے"؟۔

شرم آتی ہے۔

" کیوں شرم آتی ہے"؟۔

"اب اتنا لمبا چوڑا ہو جانے کے بعد بھی انہیں والد صاحب کہوں۔۔۔۔ممی کہوں۔۔۔۔۔۔"؟

"شاید تم کریک ہو"؟۔

"یہی ہے فساد کی جڑ۔۔۔۔۔وہ مجھے کریک سمجھتے ہیں۔۔۔۔۔آپ بھی یہی سمجھتی ہیں۔۔۔۔لہذا میں جا رہا ہوں۔۔۔۔۔۔۔ "وہ اٹھتا ہوا بولا۔

" کہاں جا رہے ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"؟فریدہ بوکھلا کر کھڑی ہوگئی۔

"بس اب نہیں ٹک سکتا یہاں۔۔۔۔۔۔نوکری جائے چولہے میں۔۔۔۔۔۔"

"میں تمہیں اتنا سیدھا بھی نہیں سمجھتی کہ مذاق اور سنجیدگی میں فرق نہ کر سکو"۔

"بالکل سمجھئے۔بعض اوقات میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں خود کو کیا سمجھوں۔۔۔۔۔۔۔۔"؟

"یہ اچھی بات تو نہ ہوئی۔۔۔۔۔"

"میں کچھ نہیں جانتا۔یا تو آپ اپنے الفاظ واپس لیجئے۔۔۔۔یا میں جا رہا ہوں اپنا ہولڈال اور اٹیچی بھی لے جاوں گا"۔

"اتنی بے مروتی"؟۔

"بس میں کچھ اسی قسم کا آدمی ہوں"۔

"اچھا میں اپنے الفاظ واپس لیتی ہوں"۔

"مجھے قطعی افسوس نہیں ہے اپنے رویے پر۔۔۔۔۔۔جب آپ تیمور جیسے دوستوں کو برداشت کر لیتی ہیں تو پھر میں تو کسی قدر شریف آدمی ہوں"۔

"سچ بتاوں۔۔۔۔میں ابھی تک تمہیں سمجھ نہیں پائی۔میرے دوستوں،احبابوں میں بھی کوئی تم سا نہیں ہے"۔

"اسی لیے بعض لوگ مجھے دریتیم بھی کہتے ہیں۔۔۔۔۔ "عمران خوش ہو کر بولا۔

فریدہ اسے آنکھیں پھاڑے دیکھ رہی تھی۔سمجھ میں نہیں آتا کہ اسے کس قسم کے آدمیوں میں شمار کرے"۔

"اب میں آپ کے دوست تیمور کے بارے میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں"۔عمران نے کچھ دیر بعد کہا۔

"تت۔۔۔۔تیمور، آخر وہ کیوں اس طرح تمہارے ذہن پر سوار ہو گیا ہے"؟۔

"مجھے بھی معلوم نہیں۔۔۔۔لیکن وہ جب بھی میری طرف دیکھتا ہے۔مجھے ایسا ہی محسوس ہوتا ہے جیسے دل ہی دل میں مجھے گالیاں دے رہا ہو"۔عمران نے کہا اور پھر آہستہ سے بولا۔ "اور صفیہ۔۔۔۔۔ صفیہ تو بالکل بے وقوف

لگتی ہے"۔

فریدہ فوراً ہی کچھ نہ بولی۔ویسے وہ سوچ رہی تھی کہ اسے ان دونوں کے بارے میں کیا بتائے۔۔۔۔ کیسے بتائے۔۔۔۔۔؟

اب وہ پھر پچھتاوے میں پڑ گئی تھی۔آخر ضرورت ہی کیا تھی ان دونوں کا تعاقب کرنیکی۔

لیکن اس بے چینی کو کیا کرتی جس نے راتوں کو نیند حرام کر دی تھی۔دن کا سکون غارت کر دیا تھا۔

"مجھ سے کیا معلوم کرنا چاہتے ہو۔۔۔۔"؟اس نے کچھ دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"اب میں اسی سے معلوم کرلوں گا"۔

"کیا مطلب"؟۔

اسی سے پوچھوں گا کہ تم کیسے دوست ہو"؟۔

"میں سختی سے اس کی مخالفت کروں گی۔تم ایسا نہیں کر سکتے"۔

"آخر کیوں"؟۔

"بس یونہی۔۔۔میں اسے پسند نہیں کرتی"۔

"آپ کون ہیں۔۔۔۔۔۔"؟عمران لڑاکا بوڑھیوں کے سے انداز میں ہاتھ نچا کر بولا۔

"جان نہ پہچان بڑی خالہ سلان۔۔۔۔میں سلان ہی کہتا ہوں۔۔۔۔۔سلام اور پہچان ہم قافیہ نہیں ہیں۔۔۔۔۔"

"اچھا تو ردیف اور قافیہ میں بھی دخل رکھتے ہو۔۔۔۔۔۔۔"؟۔فریدہ ہنس پڑی۔

" کیوں نہ رکھوں"؟۔

"ارے تمہارا موڈ کیوں خراب ہو گیا"؟۔

"بس میں آپ کے توسط سے نوکری نہیں کروں گا۔ورنہ میری آئندہ سات نسلوں تک یہ خبر پہنچ جائے گی کہ آپ کے توسط سے ملازم ہوا تھا۔اور میرے بچوں کی نظریں آپ کے بچوں کے آگے نیچی ہوں گی۔خاص طور سے برخوردار ولی جبران تو اسے کسی طرح بھی برداشت نہیں کر سکے گا"۔

31

"یہ ولی جبران صاحب کون ہیں"؟۔

"میرا لڑکا"۔عمران شرما کر بولا۔ "میں اپنے پہلے لڑکے کا نام ولی جبران رکھوں گا"۔

"ابھی سے نام بھی طے ہو گیا"؟۔

"بس سوچتا رہتا ہوں"۔عمران نے پہلے سے بھی زیادہ شرما کر کہا اور پھر یک بیک سنبھل کر بولا۔ "یہ میں کہاں کی اڑانے لگا۔ہاں تو یہ تیمور"؟۔

"جہنم میں گیا تیمور۔۔۔۔۔۔بس تم ایسی ہی بھولی بھالی باتیں کرو۔رات کٹ جائے گی"۔

"ارے اس کی وہ نظریں سخت توہین آمیز تھیں۔میرے سینے میں بھٹی دہک رہی ہے"۔

"تو محض نظروں کی وجہ سے تم جھگڑا مول لو گے"؟۔

" کوئی نئی بات نہیں ہے پہلے بھی کئی بار محض نظروں ہی کی وجہ سے جھگڑا کر چکا ہوں"۔

" کیا ہوا تھا۔۔۔کوئی واقعہ مجھے بھی سناؤ"؟۔

"بس کسی کی آنکھ کچھ کہہ دے۔۔۔۔پھر دیکھئے کیا ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔"

"آخر کیا کہتی ہیں آنکھیں۔۔۔۔۔۔۔"؟

"ایک بار کسی کو میں نے کوئی مشورہ دیا تھا۔دفعتاً قریب ہی پائی جانے والی دو آنکھوں سے آواز آئی آپ چغد ہیں۔۔۔۔بس ٹھیک پیشانی ہی پر میرا گھونسہ پڑا تھا"۔

"آنکھوں سے آواز آئی تھی"؟۔

"ہاں۔۔۔۔۔صرف میں ہی سن سکتا ہوں ایسی آوازیں میرا دعوی ہے"۔

"اپنی باتیں تم خود ہی سمجھو۔۔۔۔میری سمجھ میں تو نہیں آتیں"؟۔

" سمجھنے کی کوشش کیجئے، پچھلے سال ایک لڑکی کی آنکھوں سے آواز آئی تھی۔۔۔۔۔مجھے تم سے وہ ہے"۔

"یہ "وہ " کیا ہے"؟۔

"ارے وہی"۔

" کیا وہی"؟۔

32

عمران نے دانتوں میں انگلی دبا کر آہستہ سیکہا۔ "محبت "اور فریدہ بے ساختہ ہنس پڑی۔

"اور پھر کچھ دنوں کے بعد اس کی آنکھوں سے آواز آنے لگی۔۔۔تم بدھو ہو۔بالکل بدھو۔۔۔۔"

عمران بولا۔

"تب تو تم نے اس کے بھی گھونسہ رسید کیا ہوگا"؟۔فریدہ ہنسی ضبط کرنے کی کوشش کرتے ہوئی بولی۔

" نہیں۔۔۔۔۔۔میں ایسا نہیں کر سکا۔۔۔۔لڑکیوں پر ہاتھ نہیں اٹھتا۔۔۔۔"

"لڑکیوں کے ساتھ یہ رعایت کیوں ہے"؟۔

" کچھ بے چاریاں مجھ سے بھی زیادہ ناقص العقل ہوتی ہیں"۔

"فرض کرو۔۔۔۔کبھی کسی پر ہاتھ اٹھ ہی جائے تو"؟۔

"مجبوری ہے"۔

"پھر بعد کو تمہارا دل نہیں دکھے گا"؟۔

"میں تیمور کی بات کر رہا ہوں"؟۔

"اوہ۔۔۔ختم کرو۔۔۔۔۔۔یہ قصہ۔۔۔مجھے بھوک لگ رہی ہے"۔فریدہ بولی۔

"میں تین دن سے بھوکا ہوں"۔

فریدہ جھنجھلا کر کچھ کہنے ہی والی تھی کہ چوکیدار دروازے کے قریب کھنکارا۔

" کیا بات ہے۔۔۔۔"؟ فریدہ اسے گھورتی ہوئی بولی۔

"آپ لوگ یہیں کھانا کھائیں گے یا سب کے ساتھ"؟۔

"یہیں"۔فریدہ نے کہا۔ "اور دیکھو جلدی کرو"۔

"بہت اچھا بیگم صاحب۔ابھی دس منٹ میں آیا"۔

اور پھر وہ ٹھیک دس ہی منٹ بعد دوبارہ کمرے میں داخل ہوا تھا۔۔۔۔ہاتھ میں کھانے کی سینی تھی۔اور ایک دیسی کتے کا پلا بھی اس کے ساتھ ہی کمرے میں گھس آیا تھا۔۔۔۔۔

وہ سینی رکھ کر چلا گیا۔۔۔۔لیکن کتے کا پلا وہی جم گیا تھا۔

تام چینی کی پلیٹ میں چکن کڑی تھی۔۔۔۔۔۔اور اس کے ساتھ کئی عدد موٹی موٹی روٹیاں۔۔۔۔

"اسے بھگاؤ"۔فریدہ نے کتے کے پلے کی طرف اشارہ کیا اور عمران نے پلیٹ سے ایک بوٹی نکال کر پتھر کی طرح اسے کھینچ ماری ہلکی سی "چیاوں" کے ساتھ وہ پیچھے ہٹا اور پھر بوٹی پر ٹوٹ پڑا۔

"یہی طریقہ تھا"۔فریدہ عمران پر الٹ پڑی۔

"میرے بس سے باہر ہے کہ اس وقت باہر پتھر ڈھونڈنے جاوں۔۔۔۔دیکھتی رہیئے۔۔۔۔۔بوٹیاں مار مار کر اس کی ہڈیاں توڑ دوں گا یہ مردود یہاں سے نہ گیا تو۔۔۔۔۔"

دفعتاً کتے کے پلے کے حلق سے عجیب سی آواز نکلی اور وہ فرش پر تڑپنے لگا۔۔۔۔

فریدہ بوکھلا کر کرسی سے اٹھ گئی۔کتے کا پلا جتنی تیزی سے تڑپا تھا اتنی ہی تیزی سے ساکت بھی ہو گیا۔

"خبردار، کھانے کو ہاتھ نہ لگایئے گا"۔عمران نے کہا اور جھپٹ کر دروازہ بند کرتے ہوئے چٹخنی چڑھا دی۔

پھر لالٹین اٹھا کر کتے کے پلے کے قریب آیا۔وہ مر چکا تھا۔

اور کچلی ہوئی بوٹی بھی اس کے قریب ہی پڑی ہوئی تھی۔

فریدہ کے پیر کانپ رہے تھے۔۔۔۔سر چکرا رہا تھا۔۔۔۔عمران نے لالٹین اونچی کر کے اس کی طرف دیکھا اور بولا۔ "بیٹھ جائیے"۔

"لل۔۔لیکن۔۔۔یہ کیا۔۔۔۔"؟

"اس بوٹی کو غریب نگل بھی نہیں سکا تھا کہ جان نکل گئی"۔عمران نے لالٹین نیچی کر کے کتے کے پلے کے قریب لاتے ہوئے کہا۔

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھامے بیٹھ گئی۔۔۔۔۔

"اب روکھی ہی روٹیاں زہر مار کرنی پڑیں گی"۔عمران نے دردناک لہجے میں کہا۔

"یہ۔۔۔یہ۔۔۔میرے خدا۔۔۔۔" فریدہ کی حالت غیر ہو رہی تھی۔

"ارے تو ایک وقت روکھی پھیکی پر گزارہ کر لینے میں کون سی آفت آ جائے گی"؟۔عمران نے جلے بھنے لہجے میں کہا۔

"میں۔۔۔۔میں۔۔۔۔اس کی بات کر رہی ہوں"۔وہ مردہ پلے کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولی۔

"یہ کل صبح ناشتے میں کام آئے گا۔امریکہ میں اس کے کباب بڑے ذوق وشوق سے کھائے جاتے ہیں"۔

عمران نے روٹی تھوڑ کر منہ میں رکھنا ہی چاہا کہ فریدہ نے جھپٹ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"کیا کر رہے ہو"؟۔

"خدا کے لیے پریشان نہ کرو۔۔۔مت کھاؤ"۔

"روکھی سوکھی کھانے والے کتے کی موت نہیں مرتے۔۔۔۔۔یہ سعادت تو مرغ خوروں ہی کو نصیب ہوتی ہے۔۔۔۔۔۔۔آپ بھی کھائیے۔۔۔۔"

"نہیں۔۔۔۔۔۔میں تمہیں کھانے نہیں دوں گی۔۔۔۔" وہ دانت پیس کر بولی اور نوالہ اس کے

ہاتھ سے چھین کر پھینک دیا۔

"اے اللہ۔۔۔۔۔اس نازک موقع پر میں ایک دعا مانگتا ہوں"۔عمران گڑگڑایا۔ "پلیز اللہ میاں ۔۔۔۔نوٹ اٹ ڈاون ۔۔۔۔کہ آئندہ اب کسی خاتون سے میری ملاقات نہ ہونے پائے۔۔۔۔ ۔۔۔۔"

"تو گویا تم دانستہ مرنا چاہتے ہو"؟۔

"میں کہتا ہوں۔ جو کچھ بھی ہے صرف مرغ میں ہے۔روٹیوں میں ہرگز نہ ہوگا"۔

وہ بہت نیچی آواز میں گفتگو کر رہے تھے۔

فریدہ خوفزدہ سی نظروں سے عمران کی طرف دیکھتی رہی۔پھر بولی۔ "اگر اس وقت یہ کتا یہاں نہ آتا تو کیا ہوتا"؟۔

"جو کچھ بھی ہوتا آپ کو ہوتا۔۔۔۔کیونکہ مجھے تو روکھی روٹیاں ہی کھانی تھیں"۔

"آخر کیوں"؟۔

"میں نے آپ کے لیے بھی تیمور کی آنکھوں سے کچھ ایسی ہی آواز سنی تھی"۔

" کیا مطلب۔۔۔۔۔"؟ وہ اچھل پڑی۔

"چوکیدار کو ہم سے کیا سروکار۔۔۔۔۔بھلا وہ زہر کیوں ملانے لگا۔۔۔۔۔لیکن یہ ممکن ہے کہ وہ کھانا جو صرف ہمارے لیے لایا جا رہا تھا اس میں کسی نے زہر ملا دیا ہو۔ "خیر۔۔۔خیر۔۔۔۔یہ دیکھئے"۔

عمران نے دوسرا نوالہ توڑا اور منہ میں رکھ کر چبانے لگا۔پھر اسے حلق سے بھی اتار گیا۔۔۔۔۔۔اس کے بعد دوسرا توڑا۔۔۔۔اسی طرح پوری روٹی صاف کر گیا۔

فریدہ بے بسی سے اسے دیکھتی رہی۔اسے تو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے ہاتھ پیروں کی جان کچھ کھائے بغیر ہی نکل گئی ہو۔

"اور یہ صراحی بھی خطرناک ثابت ہو سکتی ہے"۔عمران منہ چلاتا ہوا بولا۔

"میں کہتی ہوں۔تمہیں خوف نہیں معلوم ہوتا"؟۔

"روکھی سوکھی کھانے والے کسی سے بھی نہیں ڈرتے"۔

"اچھی بات ہے تو پھر اب تم کیا کرو گے"؟۔

"صبر کے علاوہ اور کیا چارہ ہے۔۔۔۔آپ بھی صبر کیجئے۔۔۔۔ویسے اگر آپ مر جاتیں تو مجھے بے حد افسوس ہوتا"۔عمران منہ چلاتا ہوا بولا۔

"افسوس ہوتا تمہیں۔۔۔۔بھلا کیوں"؟۔

"نوکری کا معاملہ ایک بار پھر کھٹائی میں پڑ جاتا"۔

"بس۔۔۔۔"وہ جھنجھلا گئی۔

"ارے تو یہ اتنی ذرا سی بات ہے۔چھ ماہ سے بیکار ہوں۔۔۔۔۔"؟

"اگر اس وقت مر ہی گئے ہوتے تو"؟۔

"مسٹر ایف رحمان کو اس کی اطلاع بھی نہ ملتی"۔

"تم آخر ہو کیا بلا"؟۔

عمران کچھ نہ بولا۔۔۔۔خاموشی سے کھاتا رہا۔پھر اٹھتا ہوا بولا۔اب میں پانی پینے جا رہا ہوں۔اگر تیمور کی صراحی سے پی آؤں تو کیسی رہے گی۔۔۔۔۔"؟

"نہیں۔۔۔۔تم وہاں ہرگز نہیں جاؤ گے۔۔۔۔۔۔میں لاتی ہوں تمہارے لیے پانی"۔

فریدہ کمرے سے نکل کر اس کمرے میں آئی جہاں سیڈان والے چاروں مسافر ٹھہرے ہوئے تھے۔۔۔۔وہ

اسے دیکھ کر کرسیوں سے اٹھ گئے۔۔۔۔وہ بھی کھانا ہی کھا رہے تھے۔

"میں تھوڑی سی تکلیف دینے آئی ہوں۔آپ لوگ تشریف رکھئے۔پانی چاہئے میں لے لوں گی۔۔۔۔اس کمرے کی صراحی خالی پڑی ہے"۔

"ضرور۔۔۔۔۔۔۔ضرور۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

فریدہ نے گلاس میں پانی انڈیلا اور یہ کہتی ہوئی کہ ابھی گلاس واپس کر جائے گی اپنے کمرے کی طرف چل پڑی۔

عمران تنہا نہیں تھا۔

اس کے قریب ہی چوکیدار ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔ جو کچھ دیر پہلے کھانا رکھ گیا تھا۔۔۔۔

"دیکھو۔۔۔ "عمران اس سے کہہ رہا تھا۔ "ہم یہ سالن نہیں کھا سکتے۔ تمہیں چاہئے تھا کہ اسے دوسری پلیٹ سے ڈھانک کر لاتے۔۔۔۔۔"

"غلطی ہوگئی جناب۔۔۔۔لیکن کیا کریں ہمارے پاس برتن کم ہیں۔۔۔۔۔"

"ہوں ہوں۔۔۔۔ "عمران سر ہلا کر بولا۔ "رات کو سینکڑوں خبیث روحیں اڑتی پھرتی ہیں۔ کھانے کو ہمیشہ دوسرے برتن سے ڈھانک کر کھلے آسمان کے نیچے لانا چاہئے ورنہ خبیث روحیں اسے چکھ لیتی ہیں۔۔۔۔ پھر اسے کھاؤ تو جن آ جاتے ہیں سر پر ۔۔۔۔۔۔

فریدہ نے ادھر ادھر نظر دوڑائی لیکن مردہ کتے کا پلا کہیں نظر نہ آیا۔۔۔۔اس نے آگے بڑھ کر پانی کا گلاس عمران کو تھما دیا۔

"شکریہ۔۔۔۔ "عمران گلاس لے کر کسی تھکے ہوئے بیل کی طرح سارا پانی پی گیا۔

وہ چاروں کھانا کھا رہے تھے گلاس واپس کرنا ضروری تھا۔ ورنہ وہ اس وقت وہاں سے ہٹنا نہیں چاہتی تھی۔ پتہ نہیں۔ وہ کس احمقانہ انداز میں چوکیدار سے گفتگو کرے۔

بہر حال اسے جلدی جلدی گلاس واپس کر کے پھر پلٹ آنا پڑا۔۔۔۔اب عمران کہہ رہا تھا۔۔۔کبھی کبھی یہ خبیث روحیں بالکل آدمی کی شکل میں سامنے آ جاتی ہیں اور اس طرح سالن کو چکھتی ہیں کہ کم از کم تم جیسے شریف آدمی کو پتہ نہیں چل سکتا۔۔۔۔"

" کیسے چکھتی ہیں صاحب۔۔۔۔۔۔"؟ چوکیدار نے دلچسپی ظاہر کرتے ہوئے پوچھا۔

"ارے بس یہ سمجھ لو کہ تم کھانا لیے مگن مگن چلے جا رہے ہو۔۔۔۔۔وہ کسی آدمی ہی کے انداز میں تم سے ٹکرائیں گی اور "معاف کیجئے گا" کہہ کر آگے بڑھ جائیں گی۔تمہیں پتہ بھی نہ چلے گا کہ ٹکراتے وقت انہوں نے سالن چکھ لیا تھا"۔

چوکیدار ایسے انداز میں سر کھجانے لگا جیسے ویسی ہی سچویشن اس کے ذہن میں بھی موجود ہو۔۔۔۔

"یاد کر کے بتاو۔۔۔۔کہیں ایسا کوئی واقعہ تو پیش نہیں آیا"؟۔عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"یہی ہوا تھا صاحب۔وہ صاحب مجھ سے ٹکرائے تھے۔۔۔۔وہ جو دوسری بیگم صاحب کے ساتھ ہیں۔اپنے کمرے سے نکل رہے تھے۔میں ادھر سے آ رہا تھا۔۔۔۔۔"

"بس تو ٹھیک ہے۔۔۔۔اب اسے یہیں رکھا رہنے دو۔ہم خبیث روحوں کا اثر زائل کرنے کی تدبیریں کریں گے اور پھر کھالیں گے۔۔۔بس جاو۔۔۔۔"

وہ سلام کر کے چلا گیا۔

"یہ تم کیا کر رہے ہو"؟۔فریدہ ہانپتی ہوئی بولی۔

"میرا خیال ہے کہ خبیث روح تیمور کی شکل میں اس سے ٹکرائی تھی"۔

"آہستہ بولو"۔فریدہ نے دروازہ بند کر کے چٹخنی چڑھاتے ہوئے کہا۔

"میرا دعوی ہے کہ خبیث روحیں ہمیشہ جانی پہچانی شکلوں ہی کے روپ میں ٹکراتی ہیں۔۔۔۔اگر ایسا نہ کریں تو ان کی پٹائی ہو جائے۔۔۔۔۔"

"وہ کتا کہاں ہے"؟۔

"ہولڈال کے پیچھے۔۔۔میں نے سوچا کہیں مینڈک کے بعد کتے کا قصہ نہ چل نکلے۔۔۔۔اس لیے اسے چھپا دیا تھا۔۔۔۔ٹھیک کیا تھا نا"؟۔

فریدہ کچھ نہ بولی۔وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے خلا میں گھورے جا رہی تھی۔

"آپ نے تو چکھا بھی نہیں تھا۔پھر آپ کو کیا ہو گیا"؟۔عمران نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

"ہوں تو کیا مجھ پر جن آ گیا ہے"؟۔وہ چونک کر بولی اور کھسیانی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر پھیل گئی ۔۔۔۔

"مم۔۔۔۔میں۔۔۔یہی سمجھا تھا۔۔۔آج کی رات بڑی ڈراونی ہے"۔

"سچ بتاو۔۔۔۔اس واقعہ سے تم کیا سمجھے ہو"؟۔

"عقل حیران ہے کہ کچھ سمجھوں بھی یا ٹال جاوں۔۔۔۔۔۔۔"؟عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔"خبیث روح تیمور کی شکل میں چوکیدار سے ٹکرائی تھی۔اور آپ یہ چاہتی ہیں کہ میں تیمور کے بارے میں کچھ بھی نہ سوچوں۔۔۔۔۔۔"

"تم آخر سوچو گے کیا۔۔۔۔۔۔۔۔اس کے بارے میں۔۔۔۔۔۔۔۔"؟

"بہتیری باتیں سوچیں جا سکتی ہیں۔مثال کے طور پر وہ اس لڑکی صفیہ کی موجودگی میں آپ کا سامنا کرنا پسند نہیں کرتا ہو۔۔۔۔۔۔"

"بھلا وہ کس بنا پر ایسا چاہے گا"؟۔

"وہ جو ہوتی ہے۔۔۔کیا کہتے ہیں اسے۔۔۔۔"عمران خاموش ہو کر متفکرانہ انداز میں اپنا بایاں گال کھجانے لگا۔پھر بولا۔

"میں فی الحال یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ بستر بچھا کر لیٹ جایئے اور سونے کی کوشش کیجئے"۔

"نیند نہیں آئے گی"۔

"آپ کوشش تو کیجئے"۔عمران نے کہا اور اٹھ کر ہولڈال کو کمرے کے وسط میں گھسیٹ لایا۔

"تم خواہ مخواہ زحمت نہ کرو۔۔۔۔۔۔۔میں بیٹھی رہوں گی"۔

عمران نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی اور پھر اپنی کرسی کی طرف بڑھ گیا۔فریدہ الجھن میں پڑ گئی تھی۔اس نے اسے بالکل ہی گاودی سمجھا تھا۔لیکن۔۔۔۔۔۔۔لیکن وہ تو معاملات کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔

یہ معاملات۔۔۔۔۔۔۔۔وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تیمور اس حد تک گر جائے گا۔احسان فراموش ۔۔۔۔۔۔۔کمینہ۔۔۔۔اس کی مٹھیاں بھینچ گئیں۔۔۔۔۔کنپٹیوں میں دوران خون ٹھوکریں مارتا رہا۔

کچھ دیر بعد یہ بھی بھول گئی کہ وہ کمرے میں تنہا نہیں ہے۔۔۔۔

39

"لیکن آپ تو ہالی ڈے کیمپ جا رہی ہیں"؟۔کچھ دیر بعد عمران کی آواز سن کر چونک پڑی۔

" کیا کہا تم نے"؟۔

"میں نے کہا آپ تو ہالی ڈے کیمپ جا رہی ہیں۔۔۔۔پھر نوکری کا کیا ہوگا"؟۔

" تمہیں نوکری کی پڑی ہے"؟۔وہ جھنجھلا گئی۔

"یعنی کہ۔۔۔۔تت۔۔۔۔تو۔۔۔۔۔۔۔۔"؟

"مرے کیوں جا رہے ہو۔۔۔۔۔۔۔"؟

"یعنی کہ چھ ماہ سے بیکار رہوں اور مروں بھی نہیں"؟۔

" تمہیں یقین کیوں نہیں آتا کہ تمہیں نوکری مل گئی ہے"؟۔فریدہ نے اس بار نرم لہجے میں کہا۔

" ملے بغیر کیسے یقین کر لوں"؟۔

الیکٹرک انجنیئر ی کے بجائے تمہیں میرے سیکرٹری کے فرائض انجام دینے پڑیں گے۔۔۔۔سات سو روپے ماہانہ معاوضہ۔۔۔۔۔رہائش کا انتظام بھی میرے ہی ذمے ہوگا۔۔۔۔۔۔۔کھانا میرے ساتھ۔۔۔۔۔"

"ارے جائیے۔۔۔۔کسی اور کو الو بنائیے گا۔۔۔۔آپ نوکری دیں گی۔۔۔۔۔یعنی کہ آپ ۔۔۔۔۔۔"؟

"تم کیا سمجھے ہو۔۔۔۔۔"؟فریدہ تیز لہجے میں بولی اور اٹھ کر اپنا وینٹی بیگ کھولتی ہوئی غرائی۔۔۔۔" دیکھو۔میں تمہیں ملازمت دے سکتی ہوں یا نہیں۔یہ رہا میرا کارڈ"۔عمران نے کارڈ لے کر تحریر پر نظر

ڈالی۔

"فریدہ مہناس

منیجنگ ڈائریکٹر۔

ذیشان ٹکسٹائل ملز۔۔۔۔شکوہ آباد"

عمران کے ہاتھ کانپنے لگے اور اس نے جھک کر بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ "آداب بجالاتا ہوں جناب۔۔۔۔۔محترمہ۔۔۔۔۔بیگم صاحبہ۔۔۔۔۔ "بار بار دہرانا شروع کر دیا۔

"بس بس۔۔۔۔ختم کرو"۔فریدہ ہاتھ اٹھا کر ہنستی ہوئی بولی۔

اور عمران اس طرح "اٹین شین "ہو گیا جیسے کوئی رنگروٹ کسی میجر کی پیشی میں ہو۔

"میں نہیں چاہتی تھی کہ تمہیں یہ بات قبل از وقت معلوم ہو سکے۔۔۔۔۔اب تمہارے دوستانہ رویے میں فرق آجائے گا۔۔۔"

"جناب عالی۔۔۔۔میں سیکرٹری کے افرائض انجام دے سکوں گا۔۔۔۔اچھا خاصا اسٹینوگرافر اور ٹائپ رائٹر بھی ہوں۔۔۔۔۔۔۔"

"لیکن انگریزی کمزور ہے ٹائپ رائٹر۔۔۔۔نہیں ٹائپسٹ"۔

"وہ تو لیڈی ہوتی ہے"۔

"بہت خوب۔۔۔۔کہیں تم مجھے الو تو نہیں بنا رہے"؟۔

"جی دراصل مجھے خود کو ٹائپسٹ کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔۔۔پتہ نہیں کیوں"؟۔

"فضول باتیں نہ کرو۔۔۔۔تم اب تک اپنے بارے میں سب کچھ جھوٹ کہتے رہے ہو۔میں بیوقوف تھی۔لیکن تم اول درجہ کے چالاک آدمی معلوم ہوتے ہو"۔

"مم۔۔۔میری بات بھی سنیئے"؟۔

"نہیں سنتی"۔وہ دھم سے کرسی پر بیٹھ گئی اور دوسری طرف منہ پھیر لیا۔

"امتحان کر لیجئے"؟۔

"میں نہیں بولتی"۔

"یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔ میں خود بھی یہی چاہتا ہوں کہ یہاں اب خاموشی ہی رہے تا کہ وہ ہم دونوں کو مردہ سمجھ کر۔۔۔۔"

"خاموش رہو"۔

"جی بہت بہتر۔۔۔"

عمران نے ہولڈال کھول کر بستر بچھا دیا۔ اور خود اپنے لیے ایک چادر اور ایک تکیہ نکال کر کمرے کے دوسرے سرے پر چلا گیا۔۔۔ چادر فرش پر بچھائی تکیہ رکھ کر لیٹتے ہوئے کراہا۔ "اللہ تو کریم ہے"۔

فریدہ اسی طرح بیٹھی رہی۔ پھر شاید تھوڑی ہی دیر بعد اس نے اسے آواز دی تھی۔ "لیکن جواب نہیں ملا تھا"۔

اسے وقت کا اندازہ نہیں کہ نیند کب غشی کی طرح اس کے ذہن پر طاری ہوئی تھی۔۔۔ عمران کا بچھایا ہوا بستر یونہی پڑا رہا تھا اور وہ کرسی پر ہی سو گئی تھی۔

دوبارہ آنکھ کھلی تو کوئی بری طرح دروازہ پیٹ رہا تھا۔ بوکھلا کر اٹھ بیٹھی عمران سامنے ہی کرسی پر تنا بیٹھا تھا۔

" کون ہے"؟۔ اس نے عمران سے پوچھا۔

"پتہ نہیں۔۔۔۔۔"

"تو تم منہ بیٹھے کیا دیکھ رہے ہو۔ اٹھ کر دیکھا کیوں نہیں"؟۔

"میں نے کہا آپ ہی جاگ کر حکم دیں تو بہتر ہے"۔ عمران نے اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

باہر چوکیدار ہونقوں کی طرح منہ کھولے کھڑا تھا۔

"صبح کا سلام قبول فرمایئے جناب"۔عمران نے بڑے ادب سے کہا۔اور چوکیدار نے دانت نکال دیئے۔پھر جلدی جلدی بولنے لگا۔ "سلام صاحب،سب لوگ چلے گئے۔میں نے کہا آپ بھی ناشتہ کرلیں۔چائے اور روغنی ٹکیاں سرکار۔اس سے زیادہ اور کوئی خدمت نہیں کرسکتا"۔

فریدہ نے ناشتہ کرنے سے انکار کردیا۔رات بھی اس نے کچھ نہیں کھایا تھا۔وہ تھوڑی دیر دوسرے مسافروں کے بارے میں چوکیدار سے پوچھتی رہی اور پھر اسے دس دس کے تین نوٹ دیتی ہوئی بولی۔

"اب ہم بھی جائیں گے"۔

"بیگم صاحب کچھ تو کھا پی لیا ہوتا"؟۔

"نہیں۔۔۔۔ٹھیک ہے"۔وہ ہاتھ ہلا کر بولی۔

اس نے عمران اہولڈال اور اٹیچی ٹوسیٹر میں رکھوا دیئے۔اور اس سے بولی۔ "وہ دونوں شکوہ آباد ہی واپس گئے ہیں۔اب ہم بھی ہالی ڈے کیمپ نہیں جائیں گے"۔

"جو حکم۔۔۔۔"

پھر دونوں اپنی اپنی گاڑیوں میں بیٹھ گئے تھے۔۔۔۔ان کا رخ شکوہ آباد کی طرف تھا۔فریدہ سوچ رہی تھی کیا سچ مچ تیمور یہی سمجھ کر شکوہ آباد واپس گیا ہے کہ وہ دونوں مر چکے ہوں گے۔وہ تیمور کے مجرمانہ رجحانات سے بھی بخوبی

واقف تھی۔لیکن وہ اس حد تک بڑھ جائے گا۔میں نے کبھی بھولے میں بھی نہیں سوچا تھا۔۔۔۔

فریدہ کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔۔۔۔اور پھر تو ایسا معلوم ہوا جیسے کسی دریا کا بند ٹوٹ گیا ہو۔۔۔۔

اس نے گاڑی کی رفتار کم کرکے سڑک کے کنارے روک دیا کیونکہ ہچکیوں اور سسکیوں کا طوفان اس کے روکے نہیں رک سکا تھا۔اسٹیرنگ وہیل پر سر اوندھائے ہوئے بلک بلک کر رو رہی تھی۔

عمران نے بھی قریب ہی ٹوسیٹر روکی اور اتر کر پاس آ کھڑا ہوا۔لیکن کچھ بولا نہیں۔۔۔۔

وہ سر اٹھائے بغیر یکساں رفتار سے بلکتی رہی۔۔۔۔تقریباً دس منٹ تک یہی کیفیت رہی پھر اس نے سر

اٹھایا۔۔۔اور سسکیاں لیتی ہوئی بولی۔ "یہاں آو میرے پاس بیٹھو۔۔۔اب میری قوت برداشت جواب دے رہی ہے۔میں تمہیں بتاوں گی۔۔۔میں نہیں جانتی تم کون ہو۔۔۔لیکن۔۔۔ لیکن تم پر اعتماد کر لینے کو جی چاہتا ہے۔۔۔۔۔۔"

عمران نے چپ چاپ کار کا دروازہ کھولا اور اس کے قریب بیٹھ گیا۔

"سنو"۔وہ بھرائی ہوئی آواز میں کہتی رہی۔ "تیمور کو میں نے تیمور بنایا ہے۔ورنہ وہ۔۔۔۔وہ ۔۔۔۔خیر۔۔۔۔میں اور کچھ نہ کہوں گی۔۔۔۔میں اتنا نہیں گر سکتی کہ اسے برے لفظوں میں یاد کروں"۔

"انسانیت کے معنی یہی ہیں"۔عمران سر ہلا کر بولا۔

"صفیہ میری چھوٹی بہن ہے"۔

"اوہو۔۔۔۔۔ "عمران حیرت سے منہ پھاڑ کر رہ گیا۔

"چھوٹی بہن۔جس کی ہر ضد میں نے ہمیشہ پوری کی ہے۔والد صاحب کے انتقال کے بعد ہم دونوں کے درمیان کاروبار کا بٹوارا نہیں ہوا تھا۔سارا کام یکجا طور پر چل رہا تھا۔۔۔ہم دونوں بہنیں تنہا تھیں ۔۔۔۔آفس میں ہمارا ایک دور کا عزیز کلرک کی حیثیت سے کام کرتا تھا۔۔۔۔میں نے اسے اس پر آمادہ کیا کہ وہ ہمارے ساتھ ہی رہا کرے۔عجیب اتفاق تھا۔وہ بھی اپنے خاندان کا فرد واحد تھا ۔۔۔۔۔والدین فوت ہو چکے تھے۔۔۔۔کوئی بھائی بہن نہیں تھے۔والد صاحب نے ازاراہ اعزہ پروری اسے اپنے یہاں ملازمت دی تھی۔ورنہ نان میٹرک لوگوں کو کون پوچھتا ہے آج کل۔۔۔۔ بہر حال۔۔۔۔۔۔وہ ہمارے ساتھ رہنے لگا۔میں نے کچھ

دنوں بعد محسوس کیا کہ ذہین اور باصلاحیت آدمی ہے۔لہذا میں اس کی زندگی کو نئی راہ پر لگانے کی کوشش کرنے لگی۔وہ بھی بڑی تیزی سے وہ سارے اثرات قبول کرتا رہا جو میں اس کے ذہن پر مرتسم کرنا چاہتی تھی۔صرف چھ ماہ میں آدمی بن گیا۔اب اس کی حیثیت میری سیکرٹری کی سی تھی۔۔۔۔اور ڈیڑھ

سو روپے پانے والا کلرک اب ساڑھے آٹھ سو روپے ماہانہ کما رہا تھا۔ اچانک میں نے محسوس کیا کہ میں اب ہر وقت اسی کے بارے میں سوچتی رہتی ہوں۔ اور اس کے رویے میں بھی مجھے ایسی ہی تبدیلیاں نظر آنے لگیں۔ سیکرٹری اور دوست سے بڑھ کر کوئی اور حیثیت ہو گئی تھی اس کی۔ پھر میں نے یہ فیصلہ کیا کہ مجھے اس سے شادی کر لینی چاہیے لیکن خود اپنی زبان سے کیسے کہتی۔ ایک بے تکلف دوست کی حیثیت سے وہ مجھ سے کھل کر گفتگو کرنے کا عادی بن چکا تھا۔ اور میرے اپنے لیے میرے جذبات و احساسات کو بھی بخوبی سمجھتا تھا۔ لہذا اسے ہی پہل کرنی چاہیے تھی"۔

فریدہ خاموش ہو گئی اور عمران متفکرانہ انداز میں ہونٹ سکوڑے خاموش بیٹھا رہا۔۔۔

"تم ہی بتاؤ۔۔۔۔۔"؟ فریدہ کچھ دیر بعد بولی۔ "اسے پہل کرنے چاہیے تھی نا"؟۔

"میں نے بھی یہی سنا ہے"۔ عمران سر ہلا کر بولا۔ "شادی کی درخواست مرد ہی کرتے ہیں"۔

"دفعتاً میں نے محسوس کیا کہ وہ صفیہ میں دلچسپی لے رہا ہے۔ دونوں کو چھپ چھپ کر ملتے بھی دیکھا۔ ہم اس عمارت میں رہتے تھے ایک ساتھ اٹھتے بیٹھتے تھے، گفتگو کرتے تھے۔۔۔۔ پھر چوری چھپے ملنے کا مقصد کیا ہو سکتا تھا جبکہ صفیہ کو بھی علم تھا کہ میں تیمور سے کس قسم کا لگاؤ رکھتی ہوں پھر اچانک ایک دن صفیہ نے اعلان کیا کہ وہ بٹوارا چاہتی ہے۔۔۔۔۔ میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ لیکن وہ کسی بھی مصلحت پر آمادہ نہ ہوئی۔ میں ہمیشہ سے اس کی ضدیں پوری کرتی آئی تھی۔ لہذا مجھے ہی جھکنا پڑا۔۔۔۔۔ ہم میں علیحدگی ہو گئی۔ ذیشان ٹکسٹائل ملز اور رہائشی کوٹھی میرے حصے میں آئی اور ایک جننگ فیکٹری تین بنگلوں سمیت اس کے حصے میں۔ اسی طرح مختلف قسم کی جائیدادوں کا بٹوارا ہو گیا۔۔۔۔۔ سب کچھ ہوا لیکن مجھے توقع نہیں تھی کہ تیمور مجھے چھوڑ جائے گا۔ جب اس نے مجھے اپنا فیصلہ سنایا تو میرے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔۔۔۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ مجھے تین دن تک ہوش نہیں آیا تھا۔۔۔۔۔ وہ دونوں مجھے چھوڑ کر چلے گئے تھے۔۔۔۔ ملازمین میری خبر گیری کرتی رہی تھیں۔۔۔۔ یہ چھ ماہ پہلے کی بات ہے۔۔۔۔ کچھ دنوں بعد میں نے تہیہ کر لیا کہ اب کسی مرد کی شکل تک نہ دیکھوں گی

۔۔۔۔لیکن اس کے باوجود بھی میں تیمور کے لیے بے چین رہا کرتی تھی۔اور کل اسی بے چینی نے مجھے ان کا تعاقب کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔۔۔۔۔تم خود سوچو کیا یہ ایک طرح کی دیوانگی نہیں تھی۔۔۔۔۔وہ مجھ سے پہلے روانہ ہو چکے تھے۔۔۔۔چونکہ میں نے ان کی ڈگی میں ہولڈال رکھا ہوا دیکھا تھا اس لیے خیال پیدا ہوا کہ وہ ضرور ہالی ڈے کیمپ ہی جائیں گے۔۔۔۔لیکن ڈاک بنگلے تک پہنچنے سے قبل راہ میں کہیں بھی ان کی گاڑی دکھائی نہیں دی تھی۔جب ڈاک بنگلے کے قریب رکنا پڑا اور کمپاونڈ میں ان کی گاڑی دیکھی تو مجھے ہوش آیا اور میری خودداری نے اسے گوارا نہ کیا کہ ان کے سامنے جاتی اور ان پر یہ ظاہر ہو جاتا کہ میں ان کا تعاقب کرتی ہوئی آئی ہوں۔۔۔۔خدا نے میری مشکل آسان کر دی ۔۔۔۔۔یعنی کہ تم مل گئے۔۔۔۔پھر تمہاری ہی ذہانت نے میری جان بچائی۔۔۔۔خدا کی پناہ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔۔۔یا اللہ انسان کتنا احسان فراموش واقع ہوا ہے۔۔۔۔۔ وہ مجھے زندہ دیکھا پسند نہیں کرتا۔۔۔سنو۔۔۔۔وہ اپنی کوشش جاری رکھے گا۔۔۔۔میری طبیعت سے واقف ہے ۔وہ جانتا ہے کہ اب کوئی مرد میری زندگی میں داخل نہ ہو سکے گا اگر وہ مجھے مار ڈالے تو میرا اثاثہ قانونی طور پر صفیہ کی طرف منتقل ہو جائے گا۔پھر دونوں شادی کر لیں گے"۔

"ارے لاحول۔۔۔۔مجال ہے۔۔۔آپ دیکھئے گا۔ایسے ایسے بہت دیکھے ہیں"۔عمران بول پڑا۔

وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بے جان سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔ " کوئی بڑا دعوی نہ کر بیٹھنا۔ ورنہ میں تم سے بھی متنفر ہو جاوں گی۔یہ تیمور بڑے بڑے دعوے کرتا تھا۔کہتا تھا کہ میری افسردگی برداشت نہیں کر سکتا۔میں مغموم ہوتی ہوں تو اس کا جگر کٹنے لگتا ہے۔۔۔۔میں اداس ہوتی ہوں تو اس کا دل چاہتا ہے کہ اپنا گلہ گھونٹ لے۔۔۔۔اور اب وہی مجھے زہر دینے پر تلا ہوا ہے۔۔۔۔۔۔۔"

"پولیس کو اطلاع دے دی جائے"؟۔عمران نے پوچھا۔

" نہیں اس سے کوئی فائدہ نہیں۔۔۔۔بے چارہ چوکیدار پھنسے گا۔کون یہ ثابت کر سکے گا کہ وہ تیمور ہی کی حرکت تھی"؟۔

"جی ہاں۔۔۔۔"؟عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "یہ تو ٹھیک کہتی ہیں آپ"۔

فریدہ خاموش ہوگئی تھی۔آنکھیں بھی خشک تھیں۔۔۔ہونٹوں پر پپڑیاں نظر آنے لگی تھیں۔

کچھ دیر بعد اس نے ایک بار پھر عمران کی آنکھوں میں دیکھا اور بولی۔ "میں تم سے مطمئن نہیں ہوں۔ پھر بھی نہ جانے کیوں تم پر اعتماد کر لینے کو جی چاہتا ہے۔۔۔۔"؟

"صرف چھ ماہ کے لیے مجھے نوکری دے دیجئے۔سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔اس طرح گردن توڑ دوں گا کہ اس گرگٹ کی کہ رنگ بدلنا بھول جائے گا"۔

"بھلا تم کیا کرو گے"؟۔

"بس جو بھی موقع پر سوجھ گئی۔پہلے سے کوئی پروگرام بنانے کا قائل نہیں ہوں"۔عمران نے سر جھکا کر جواب دیا۔

"میری طرف دیکھو"۔

عمران نے نظر اٹھائی لیکن خود اس کے چہرے پر شرمیلے پن کی سرخی دوڑ گئی تھی۔فریدہ کسی طرح باور نہ کر سکی کہ وہ ایکٹنگ بھی ہو سکتی ہے"۔

"ایک عرصہ تو تمہیں سمجھنے میں گزر جائے گا"۔وہ مسکرا کر بولی۔ "مگر تم فکر نہ کرو۔۔۔۔میں تمہیں بھی آدمی بناؤں گی"۔

"جی۔۔۔۔۔۔"؟عمران نے غصیلے انداز میں آنکھیں نکالیں۔

"آدمی۔۔۔۔۔۔آدمی بناؤں گی تمہیں۔۔۔۔"

"کتے کا پلا بن سکتا ہوں لیکن آدمی بننا میرے بس سے باہر ہے"۔عمران نے اترنے کے لیے گاڑی کا دروازہ کھولنے کا ارادہ ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھہرو۔۔۔۔ٹھہرو۔تمہاری بات میری سمجھ میں نہیں آتی"؟۔

"آ بھی نہیں سکتی۔میں خانہ بدوشی کی زندگی بسر کرتا ہوں۔میرا کوئی گھر نہیں ہے۔۔۔جہاں رات

ہوئی گاڑی روکی اور سیٹ پر گٹھری بن کر پڑا رہا"۔

"آخر کیوں"؟۔فریدہ کی آنکھوں میں ایک بار غم کی جھلکیاں نظر آئیں۔

"آدمیت اور انسانیت سے میرا یقین اٹھ گیا ہے"۔

"بڑی عجیب بات ہے۔کیا تم نے بھی چوٹ کھائی ہے"؟۔

"دل پر نہیں۔۔۔۔سر پر کھائی ہے"۔

"تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔۔۔خیر ختم کرو۔۔۔۔ہمیں جلد از جلد شکوہ آباد پہنچ جانا چاہیئے"۔

عمران اس کی گاڑی سے اتر کر ٹو سیٹر میں جا بیٹھا۔۔۔۔۔

--------------------*----------*

فریدہ کی کوٹھی بڑی شاندار تھی۔۔۔۔۔۔کم از کم سولہ عدد کمرے ضرور رہے ہوں گے، وسیع و عریض لان عمارت کے چاروں طرف پھیلا ہوا تھا۔۔۔۔

اور پھر دور تک کھیتوں کے سلسلے بکھرے نظر آتے تھے۔

عمارت شہر کے باہر بنائی گئی تھی۔۔۔فریدہ نے عمران کو بتایا کہ اس کے باپ تنہائی پسند اور علم دوست آدمی تھے۔۔۔۔اس نے اسے ان کی لائبریری بھی دکھائی۔جو کم از کم دس بارہ ہزار کتب پر مشتمل تھی۔

"آپ اتنی بڑی عمارت میں تنہا رہتی ہیں"؟۔عمران نے حیرت سے پوچھا۔

"نہیں سات آٹھ ملازمین بھی ہیں"۔

"اپنا کوئی نہیں ہے"؟۔عمران نے حماقت آمیز سنجیدگی سے پوچھا۔جس میں غم کی بھی ہلکی سی لہر موجود تھی۔۔۔

فریدہ کچھ نہ بولی۔

عمران پوری عمارت میں گھومتا پھرا۔۔۔۔

"وہ اس کمرے میں رہتا تھا۔۔۔ "فریدہ نے ایک جگہ رکتے ہوئے بند دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

عمران رک گیا۔

"اسے اندر سے بھی دیکھنا چاہیئے "۔اس نے کہا۔

"ضرور۔۔۔۔۔ضرور۔۔۔۔۔ "فریدہ بولی۔لیکن آواز سے مردہ دلی ظاہر ہوتی تھی۔۔۔۔۔

ہینڈل گھما کر اس نے دروازہ کھولا۔

"خوب۔۔۔۔ "عمران کمرے میں داخل ہو کر چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔ "آدمی شوقین معلوم ہوتا ہے"۔

دیواروں پر بڑی بڑی نیم عریاں تصاویر کے فریم تھے۔

"یہ اس کا اپنا شوق تھا"۔فریدہ بولی۔ "خود مجھے یہ گھٹیا پن پسند نہیں"۔

اس معاملے میں آپ نے اسے آدمیت نہیں سکھائی تھی۔۔۔۔"

"میرا خیال ہے کہ یہ تصاویر آدمیت کے ابتدائی مراحل سے تعلق رکھتی ہیں"۔وہ مضحکانہ انداز میں مسکرا کر بولی۔

"ٹھیک ہے۔۔۔لیکن۔۔۔۔۔ایسی تصاویر دیکھ کر میرا دل تو چاہتا ہے کہ سر کے بل کھڑا ہو جاوں"۔

"کیا مطلب"؟۔

"مطلب تو خود مجھے بھی معلوم نہیں"۔

"خیر ختم کرو۔۔۔اب میری بات سنو۔ملازموں کے سامنے تم بالکل کسی دوست ہی کی طرح مجھ سے پیش آو گے۔۔۔۔آپ جناب نہیں چلیں گے۔۔۔۔۔"

"اچھا۔۔۔ "عمران سر ہلا کر بولا۔ "اور تنہائی میں"؟۔

"جتنی عزت چاہنا کرنا"۔

"میں سمجھ گیا"۔

ایک دوست کی حیثیت سے ان دونوں سے بھی تمہارا تعارف ہوا تھا۔ لہذا اب تم دوست ہی رہو گے۔

یہ تو صرف میں جانتی ہوں کہ تم میرے سیکرٹری ہو"۔

"چلئے تسلیم۔۔۔۔لیکن اسے بھی نوٹ کیجئے۔ جب بھی میرا دل چاہتا ہے نوکری چھوڑ کر بھاگ جاتا ہوں"۔

"فکر نہ کرو۔۔۔۔۔ یہ میرے دیکھنے کی باتیں ہیں کہ میں تمہیں بھاگنے دیتی ہوں یا نہیں۔۔۔۔"

عمران آہستہ آہستہ چلتا ہوا مسہری کے قریب آیا۔۔۔۔

فریدہ دیکھ رہی تھی کہ وہ اسی جگہ چپ چاپ کھڑا سامنے والی دیوار کو گھورے جا رہا ہے۔

"آپ پوری طرح آدمی نہیں بنا سکتی تھیں اسے۔۔۔۔۔۔"؟ دفعتا عمران نے اس کی طرف مڑے بغیر کہا۔

" کیوں؟ کیوں۔۔۔۔"؟ وہ اس کی جانب بڑھتی ہوئی بولی۔

"بچوں کی طرح دیواریں گندی کراتا ہے۔۔۔۔۔۔وہ دیکھئے۔۔۔۔۔"

عمران نے مسہری کے سرہانے دیوار کی طرف اشارہ کیا۔

کئی جگہ پنسل سے کچھ ہندسے گھسیٹے گئے تھے۔

"ہوگا۔۔۔۔آدمی ہی کا ذہن ٹھہرا۔۔۔۔۔ "فریدہ لاپرواہی سے بولی۔

عمران کچھ کہے بغیر کمرے کی دوسری چیزوں کا جائزہ لیتا رہا۔

فریدہ اسے اکتائے ہوئے انداز میں دیکھ رہی تھی۔

کچھ دیر بعد وہ پھر مسہری ہی کی طرف لوٹ گیا۔ جیب سے نوٹ بک نکالی اور اس پر کچھ لکھ رہا تھا۔

"کیا کر رہے ہو۔۔۔۔۔۔"؟ فریدہ نے پوچھا۔

"یہ ہندسے نوٹ کر رہا ہوں جو دیوار پر لکھے ہوئے ہیں"۔

"بھلا اس کی کیا ضرورت۔۔۔۔۔۔"؟

"انہیں کے سہارے ایک نقش تیار کرنے کی کوشش کروں گا۔۔۔۔اللہ بڑا کارساز ہے۔شاید اس کا دماغ پلٹ جائے"۔

"کیا میں تمہیں دعا تعویذ کرانے کے لیے لائی ہوں"؟۔

"وہ نقش معظم تیار کردوں کہ محبوب کا مرغا بن جائے"۔

"فضول باتیں مت کرو"۔

"پچھلے سال ایک ساس سے بہو کی ناک کٹوادی تھی۔۔۔۔حالانکہ ماڈرن قسم کے قلندر اس چکر میں نہیں پڑتے"۔

"اچھا تو جناب آپ کیا کیا ہیں۔۔۔۔۔"؟ وہ انگلیوں پر گنتی ہوئی۔ "الیکٹریشن، اسٹینو ٹائپسٹ ۔۔۔۔اور دعا تعویذ کرنے والے۔۔۔۔اور کچھ۔۔۔اور جی ہاں۔۔۔۔پچھلی رات جناب نے ایک طرح کی سراغ رسانی بھی فرمائی تھی۔۔۔۔"؟

"میں صرف مسٹر ایف رحمان کا نالائق بیٹا علی عمران ہوں۔۔۔۔ویسے جڑی بوٹیوں کے علم میں بھی خاصا دخل

رکھتا ہوں۔۔۔۔کچھ لوگ ماہر نفسیات بھی سمجھتے ہیں۔پچھلے سال ایک لڑکی کی تحلیل نفسی کرتے وقت مار بھی کھا چکا ہوں۔۔۔۔"

"ختم کرو۔۔۔یہ سب۔۔۔۔۔سنجیدگی سے میری بات سنو۔میں تیمور کو تمہارے ذریعہ پھر اپنی زندگی میں واپس لانا چاہتی ہوں۔۔۔۔۔۔"

"وہ کیسے"؟۔

"میں اسے جلاوں گی کڑھاوں گی۔۔۔۔میں نے کل اس کی آنکھوں میں جذبہ رقابت کی جھلکیاں دیکھی تھیں۔جب میں اس سے تمہارا تعارف کرا رہی تھی۔۔۔۔وہ واپس آئے گا۔۔۔۔۔ضرور واپس آئے گا"۔

"جواب نہیں ہے اس نوکری کا"۔عمران سر کھجاتا ہوا بڑبڑایا۔

"جواب ہو یا نہ ہو۔۔۔۔۔۔لیکن تمہیں یہ کرنا پڑے گا۔۔۔۔۔تیمور کی موجودگی میں تمہارا رویہ میرے ساتھ ایسا ہی ہوگا ۔۔۔۔۔۔جیسے۔۔۔۔۔جیسے۔۔۔۔۔"

"جی ہاں۔۔۔۔جیسے۔۔۔۔کیا۔۔۔۔۔"؟

"کیا تم نہیں سمجھتے"؟۔وہ جھنجھلا کر بولی۔

"میں۔۔۔۔دو اور دو چار کے علاوہ اور سمجھنے کی صلاحیت سے قطعی محروم ہوں"۔

"تمہارا رویہ۔۔۔۔ایسا ہونا چاہئیے۔۔۔۔۔جیسے تم مجھے چاہتے ہو۔۔۔بدھو"۔

"ارے باپ رے۔۔۔۔۔"عمران پیٹ پر ہاتھ پھیرتا ہوا بڑبڑایا۔

"کیوں؟ کیوں"؟۔جھینپی ہوئی ہنسی کے ساتھ اس نے پوچھا۔

"کک۔۔۔۔۔کچھ نہیں۔۔۔۔۔"عمران کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں"۔

"ارے تو تم گھبرا کیوں گئے"؟۔

"جی کچھ نہیں"۔اب اس پر شرمانے کا دورہ پڑ گیا تھا"۔

"ہشت۔۔۔۔بدھو۔۔۔۔۔۔"وہ اس کے شانے پر ہاتھ مار کر ہنس پڑی خود بھی شرمندگی محسوس کر رہی تھی۔۔۔۔اسے منہ پھاڑ کر یہ بات نہ کہنی چاہئیے تھی"۔

"ارے۔۔۔۔۔۔۔۔تو۔۔۔۔۔۔۔وہ تو ایکٹنگ ہوگی۔۔۔۔۔کوئی حقیقت تھوڑا ہی ہوگی"؟۔

"ذرا یہ تو سوچئے کہ اس نے پچھلی رات آپ کو زہر دینے کی کوشش کی تھی۔عمران نے سرد لہجے میں کہا۔"اسے اچھی طرح یاد رکھئے کہ اگر وہ آپ کی زندگی میں واپس بھی آئے گا تو آپ کی زندگی کا

خواہاں بن کر مصلحتاً مصالحت کر لے گا"۔

فریدہ کے ذہن کو جھٹکا سا لگا۔ جذبات کی رو میں بہہ جانے کے بعد پچھلی رات والا واقعہ اس کے ذہن سے یکسر محو ہو گیا تھا۔۔۔۔

--------------------*----------*

اچانک فریدہ کی آنکھ کھل گئی۔ ہوسکتا ہے وہ پیاس کی شدت ہی رہی ہو جس کی بنا پر ایسا ہوا تھا۔ حلق خشک ہو رہا تھا۔۔۔۔ میز پر رکھی ہوئی ٹائم پیس پر نظر پڑی رات کے تین بجے تھے۔۔۔۔

خواب گاہ سے بغلی کمرے میں آئی ریفریجریٹر کھول کر پانی کی بوتل نکالی اور پھر اسے گلاس میں انڈیل ہی رہی تھی کہ بوتل ہاتھ سے چھوٹ پڑی۔۔۔۔

وہ فائر کی آواز تھی۔۔۔۔ پھر پے در پے کئی فائر ہوئے اور سناٹا چھا گیا۔ آواز کی گونج بتاتی تھی کہ فائر کسی کمرے ہی میں ہوئے تھے۔

فریدہ کے پیروں میں کپکپی سی پڑ گئی۔۔۔۔۔۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئیے۔۔۔۔۔؟

دفعتاً دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی۔۔۔۔ پھر ایسا معلوم ہوا جیسے کوئی وزنی چیز زمین پر گری ہو۔

آواز راہداری سے آئی تھی۔ وہ جی کڑا کر کے پھر خواب گاہ میں آئی۔ تکیے کے نیچے سے اعشاریہ دو پانچ کا براونی پستول نکالا۔ اور دروازے کی طرف بڑھی۔

راہداری کے ایک بلب کا سوئچ خواب گاہ ہی میں تھا۔ دروازہ کھولنے سے قبل اس نے وہ بلب روشن کر دیا۔

"باہر نکلنے کی ضرورت نہیں۔۔۔۔ "اس نے عمران کو اونچی آواز میں کہتے سنا اور ہینڈل کی طرف بڑھتا ہوا ہاتھ

رک گیا۔

دل کی دھڑکن تیز ہوگئی تھی۔

وہ تھوڑی دیر تک ساکت کھڑی رہی پھر غیر ارادی طور پر اس کا ہاتھ دوبارہ ہینڈل کی طرف بڑھا ہی تھا کہ عمران کہتا سنائی دیا۔

"اب آپ باہر آ سکتی ہیں۔۔۔۔۔ "اس نے طویل سانس لے کر دروازہ کھولا۔

عمران راہداری میں کھڑا نظر آیا۔اس کے قریب ہی کوئی فرش پر اوندھا پڑا تھا۔عمران کی حالت سے صاف ظاہر ہوتا تھا جیسے وہ اس سے لڑتا رہا ہو۔لباس بے ترتیب تھا اور بال پیشانی پر بکھرے ہوئے تھے۔۔۔۔۔۔

"یہ کیا ہو رہا تھا"؟۔فریدہ نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"چور پکڑا ہے۔۔۔۔۔ "عمران نے اوندھے پڑے ہوئے آدمی کی طرف دیکھ کر کہا۔

" کون ہے"؟۔

"پتہ نہیں۔۔۔۔۔۔۔؟ چہرے پر نقاب ہے۔میں نے کہا نقاب کشائی آپ ہی کریں تو بہتر ہے"۔

"مم۔۔۔میں کیوں۔۔۔۔بتاتے کیوں نہیں کون ہے۔۔۔۔۔۔۔۔"؟

"ارے محترمہ۔۔۔۔ابھی پندرہ دن ہی تو ہوئے ہیں یہاں آئے ہوئے اتنی جلدی جان پہچان ہو سکتی ہے لوگوں سے۔۔۔۔۔۔۔۔"؟

"اسے سیدھا کرو۔۔۔۔۔۔"

عمران جھک کر اسے سیدھا کر ہی رہا تھا کہ فریدہ کی آنکھوں میں چمک سی لہرائی اور اس کی چیخ نکل گئی۔

اس آدمی نے اچانک عمران پر چاقو سے حملہ کیا تھا۔۔۔۔

اور اب اس نے دیکھا کہ چاقو والا ہاتھ عمران کی گرفت میں ہے۔حملہ آور فرش سے اٹھ نہیں سکا تھا۔

عمران غافل ہوتا تو شاید وہ حملہ کامیاب ثابت ہوتا۔

عمران نے داہنا گھٹنا حملہ آور کے سینے پر ٹیک دیا تھا۔۔۔۔پھر دیکھتے ہی دیکھتے چاقو اس کے ہاتھ سے اچھل کر دور جا پڑا۔۔۔۔

غراہٹ نما کراہ سی حملہ آور کے حلق سے نکلی اور فریدہ مضطربانہ انداز میں چیخنے لگی۔ "چھوڑ دو ۔۔۔۔عمران جانے دو۔۔۔۔۔جانے دو۔۔۔۔۔خدا کے لیے"۔

شاید عمران اس کی آواز کی طرف متوجہ ہو جانے کی بنا پر حملہ آور کی لات سے محفوظ نہ رہ سکا تھا۔۔۔۔۔ اچھل کر دیوار سے جا ٹکرایا۔

اور حملہ آور نے اٹھ بیٹھنے میں پھرتی دکھائی۔

لیکن وہ اس پر دوبارہ حملہ کر بیٹھنے کے بجائے دروازے کی طرف دوڑ پڑا تھا۔۔۔۔۔

عمران نے بھی آگے بڑھنا چاہا لیکن فریدہ راہ میں حائل ہو گئی۔

"میں کہتی ہوں جانے دو۔۔۔۔۔۔۔ "وہ گھگھیائی

"چیونگم کا آخری پیکٹ چھین کر بھاگا جا رہا ہے اور آپ کہتی ہیں کہ جانے دو لعنت ہے ایسی نوکری پر"۔

"میری بات سنو۔۔۔۔میں خون خرابہ پسند نہیں کرتی"۔وہ ہانپتی ہوئی بولی۔ "ورنہ دیکھو میرے ہاتھ میں بھی پستول ہے"۔

"خداوندا۔۔۔۔۔مجھے اس منحوس فرض سے محفوظ رکھیو۔۔۔۔لیکن محترمہ۔۔۔۔اگر وہ چاقو میرے سینے میں پیوست ہو جاتا تو۔۔۔۔۔۔"؟

"میری سمجھ میں نہیں آتا۔۔۔۔میں کیا کروں۔۔۔۔۔۔جاو دروازہ بند کر دو"۔

" کھلا ہی رہنے دیجئے۔۔۔۔کیا فرق پڑتا ہے"۔

"اوہ۔۔۔تو تم نے بھی اسے پہچان لیا"؟۔

اسی لیے درخواست کی تھی نقاب کشائی کی"۔عمران نے کہا اور راہداری کے سرے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔۔

فریدہ نے دروازہ بولٹ کرنے کی آواز سنی اور اطمینان کا سانس لیا۔۔۔۔وہ غراہٹ نما کراہ سوفی صدی تیمور ہی کی تھی۔لاکھوں آوازوں میں بھی اسے پہچان لیتی۔۔۔

خداوندا۔۔۔۔۔۔۔۔وہ آخر کیا کرنا چاہتا ہے۔۔۔۔۔اس طرح نقاب لگا کر اتنی رات گئے چوروں کی طرح کیوں آیا تھا۔کیا اس نے عمران کو مار ڈالنے کی کوشش کی تھی۔۔۔۔میرے خدا۔۔۔۔اگر یہ جذبہ رقابت ہے تو

پھر میرے پاس کیوں نہیں آجاتا۔۔۔کیوں نہیں آجاتا میرے مالک۔۔۔۔۔اب میں کیا کروں"؟۔

دفعتاً وہ سوچتے سوچتے چونک پڑی۔عمران اس کے قریب ہی بت بنا کھڑا رہا۔۔۔۔فریدہ نے اس سے نظریں ملائیں اور سر جھکا لیا۔

تھوڑی دیر تک قبرستان کا سکوت طاری رہا۔پھر عمران آہستہ سے بولا۔

"جاتے جاتے چھپکے سے میرے کان میں کہتا گیا تھا کہ صبح تک راہداری ہی میں کھڑے رہنا تم دونوں۔۔۔۔

"اوہ۔۔۔۔ہاں۔۔۔۔۔ "فریدہ خواب گاہ کی طرف مڑتی ہوئی بولی۔ "آواب تو نیند کیا آئے گی ۔۔۔پتہ نہیں وہ کیوں آیا تھا اس طرح"؟۔

اس نے حتی الامکان اپنے لہجے میں لاپرواہی پیدا کرنے کی کوشش کی تھی۔جیسے عمران پر جتانا چاہتی ہو کہ اسے اس کے متعلق ذرہ برابر بھی تشویش نہیں۔

خواب گاہ میں پہنچ کر اس نے آرام دہ کرسی کی طرف اشارہ کیا۔اور خود مسہری پر جا بیٹھی۔

"تو۔۔۔تو وہ تیمور ہی تھا"؟۔عمران نے پوچھا۔

"تم نہیں پہچان سکتے تھے"؟۔

عمران نے نفی میں سر کو جنبش دی۔

"لیکن ابھی کچھ ہی دیر پہلے تم اسی بنا پر مجھ سے اس کی نقاب کشائی کرانا چاہتے تھے"؟۔

"کس بنا پر"؟۔

"ظاہر ہے کہ تم نے اسے پہچان لیا تھا۔اور مجھے اچنبے میں ڈالنا چاہتے تھے"۔

"وہ کیوں آیا تھا۔۔۔۔"؟عمران نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ وہ تمہیں قتل کر دینے کے لیے آیا تھا"۔

"بھلا مجھ سے اس کی کیا رشتہ داری۔۔۔۔۔۔"؟

پچھلے پندرہ دنوں سے ہم جو ڈرامہ کھیل رہے ہیں۔یہ اسی کا ردعمل تھا"۔

"اس غلط فہمی میں نہ رہیئے گا۔۔۔۔وہ اپنے رہائشی کمرے کا فرش کھود رہا تھا"۔

"کیا مطلب"؟۔

"آیئے۔۔۔۔میرے ساتھ۔۔۔۔میں نے اسے للکارا تھا۔۔۔اس نے مجھ پر فائروں کی بوچھاڑ کر دی۔۔۔۔پورے چھ فائر"۔

"تم کہاں تھے"؟۔

"اسی کمرے میں"۔

"اس کے آنے کے قبل ہی سے"؟۔

"نن۔۔۔نہیں۔۔۔۔دراصل وہ کمرے میں داخل ہونے کے بعد دروازہ بولٹ کرنا بھول گیا تھا"۔

"تم جاگے کیسے تھے۔۔۔۔۔۔"؟اس نے عمران کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"سوتا کون مردود ہے۔۔۔۔۔؟اس نوکری نے تو مجھے الو بنا کر رکھ دیا ہے۔دن بھر ڈرامے کا ریہرسل کرو اور رات کو الو بن جاو"۔

"اوہ۔۔۔تو تم سوتے نہیں ہو۔۔۔رات کو"؟۔

"قطعی نہیں"۔

"اور دن میں بھی میں نے تمہیں سوتے نہیں دیکھا۔نہیں میں یقین نہیں کر سکتی کہ تم متواتر پندرہ دنوں سے جاگ رہے ہو"؟۔

"روزانہ تین گھنٹے کی چھٹی عبادت کے لیے دیتی ہیں آپ"۔

"تو تم عبادت کرنے کی بجائے سو جاتے ہو"؟۔

"سونا ہی تو عبادت ہے میری۔۔۔۔۔۔۔۔اتنی دیر گناہوں سے بچتا رہتا ہوں۔کیا یہ عبادت نہیں ہے"؟۔

"عجیب آدمی ہو تم "۔وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی اور عمران دوسری طرف منہ پھیر کر امریکی انداز میں گنگنانے لگا۔ "لل۔۔۔۔لا۔۔۔۔للہ ۔۔۔۔۔للہ۔۔۔۔۔"

"چلو۔۔۔۔تم مجھے کیا دکھانا چاہتے ہو"؟۔وہ اٹھتی ہوئی بولی۔ "اس کے پاس صدر دروازے کی ایک کنجی تھی۔میں نے اخلاقاً واپس نہیں لی تھی۔لیکن وہ کمرے کا فرش کیوں کھود رہا تھا"؟۔

عمران اسے کمرے میں لایا۔

ایک کمرے میں دو دیواروں کے جوڑ قریب فرش کا پلاسٹر ادھیڑا ہوا نظر آیا۔۔۔۔کئی جگہ دیواروں کے پلاسٹر بھی ادھیڑا گیا تھا۔

"یہ کیا ہوا ہے۔۔۔۔۔"؟فریدہ نے دیواروں پر نظر ڈالتے ہوئے پوچھا۔

"اس کے ریوالور کی گولیوں کے نشانات ہیں۔۔۔۔۔۔۔"؟

"تم کیسے بچ گئے۔۔۔۔۔؟اس کا نشانہ تو بڑا اچھا ہے۔۔۔۔مجھے تو اس پر بھی حیرت ہے کہ تم نے اسے زیر کیسے کر لیا تھا"؟۔

"جوڈو"۔

"یہ ایک اور صفت معلوم ہوئی۔پہلوانی بھی کر لیتے ہو"؟۔

"ایک صفت اور بھی نوٹ کر لیجئے۔ترکاریوں کی کاشت کا ماہر ہوں۔۔۔کل آپ کی طرف سے آپ کے مالیوں کو حکم دے چکا ہوں کہ پورے لان پر ہل چلوا دیں صبح چھ بجے تک ٹریکٹر یہاں پہنچ جائے گا"۔

"یہ کیا کیا تم نے"؟۔

"بے کار زمین پر ترکاریاں اگانا قوم کی سب سے بڑی خدمت ہے"۔

"نہیں میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔۔۔واہ اتنا عمدہ لان تباہ کر کے رکھ دیں۔جانتے ہو۔پورے شکوہ آباد میں اتنا بڑا لان کسی بھی عمارت میں نہیں ملے گا۔۔۔ہزاروں روپے ماہوار خرچ ہوتے ہیں اس پر"۔

"آپ اب تک خرچ کرتی آئی ہیں۔میں نے اب آمدنی کی صورت پیدا کر لی ہے۔۔۔۔۔۔ٹنڈے اور بھنڈی۔۔۔واہ۔۔۔سبحان اللہ۔۔۔۔۔میرا بس چلے تو اپنا سر منڈوا کر مٹی کی تہہ جماوں۔۔۔۔۔اور کریلے کے بیج ڈال دوں۔۔۔الا ماشا اللہ"۔

"ایسا ضرور کرو۔۔۔ "فریدہ جل کر بولی۔ "لیکن میں اپنا لان برباد نہیں کراوں گی"۔

"یہ بھی ڈرامے ہی کے ایک ریہرسل کا ایک حصہ ہے"۔

" کچھ بھی ہو۔۔۔یہ ناممکن ہے"۔

"محترمہ۔۔۔ "عمران نے طویل سانس لی۔ "آپ کو اس کی فکر نہیں ہے کہ وہ کمرے کا فرش کیوں کھود رہا تھا اور میں اس کے قادر انداز ہونے کے باوجود بھی زندہ کیسے بچ گیا۔آپ لان میں الجھ کر رہ گئی ہیں۔۔۔مجھے حیرت ہے"؟۔

"اوہ۔۔۔ہاں۔۔۔۔تم باتیں ہی ایسی چھیڑ دیتے ہو کہ ذہن ادھر ادھر ہو جاتا ہے"۔

"نہیں آپ کو اس کی ذرہ برابر بھی تشویش نہیں کہ وہ فرش کیوں کھود رہا تھا"۔

"ہوسکتا ہے اس نے اپنی بچائی ہوئی رقم وہاں دفن کی ہو۔آدمی کتنا ہی بدل جائے لیکن نسلی خصائل کبھی

نہیں بدلا کرتے۔۔۔۔اس کے باپ دادا بنیوں کی سی زندگی بسر کرتے رہے تھے"۔

"لیکن وہ یہاں سے کچھ لے جا نہیں سکا"۔

"تب پھر ہم دیکھیں گے کہ وہ کیا کھود نکالنے کی فکر میں تھا"۔

"آپ جا کر آرام کیجئے۔میں خود دیکھ لوں گا"۔

"اور اگر وہ کوئی بڑی رقم ہوئی تو۔۔۔۔۔"؟ فریدہ اسکی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔پھر یک بیک اس کی آنکھیں بے حد مغموم نظر آنے لگیں۔۔۔۔عمران نے اس تبدیلی پر اپنے سر کر خفیف سی جنبش دی اور دوسری طرف دیکھنے لگا۔وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔ "اب مجھے اس کی طرف سے بالکل مایوس ہو جانا چاہئیے۔۔۔۔۔۔میں سمجھی شاید وہ تمہیں قتل کرنے آیا تھا"۔

"ارے واہ۔۔۔۔۔۔۔۔آپ میرے پیچھے کیوں پڑ گئی ہیں۔۔۔۔مجھے قتل کر دیتا تو آپ کو مایوسی نہ ہوتی۔۔۔۔ایسی نوکری نہ آج تک دیکھی نہ سنی۔۔۔۔۔یا مولا مشکل کشا مدد۔۔۔۔"

"تم نہیں سمجھتے۔۔۔۔نہیں سمجھ سکتے۔۔۔۔اس معاملے میں بالکل بدھو ہو"۔وہ ہاتھ ہلاتی ہوئی بولی۔

"کس معاملے میں"؟۔

"جب ایک بات جانتے ہی نہیں تو تمہیں کیا بتاوں"؟۔

"جو نہیں جانتا اسے جاننے کی کوشش کرنا میری ہابی ہے"۔

"تمہاری ہابیوں سے میں تنگ آتی جا رہی ہوں"۔

"اس عمارت کی چھت پر بھی مٹی ڈلوا کر۔۔۔۔کرم کلے کی کاشت کراوں گا۔ "اچھا بوجھئے تو یہ کیا ہے"؟۔

عمران نے ایک ہاتھ اپنی پیشانی پر رسید کر کے دوسرا گال پر رسید کیا۔

"کیا مطلب"؟۔

"نہیں بوجھئے۔۔۔۔ذہن پر زور دیجئے"؟۔

"خواہ۔۔۔۔۔۔۔مخواہ"۔

"اتنی معمولی سی پہیلی نہیں بوجھ سکتیں"۔

"یہ پہیلی ہے کوئی۔۔۔۔۔ "وہ ہنس کر بولی۔ "ایک ہاتھ پیشانی پر مارا اور دوسرا گال پر"۔

"سمبولک پوئٹری کی طرح"۔

"خدا کی پناہ۔۔۔۔۔تو لٹریچر میں بھی دخل ہے جناب کو"۔

"میلا رے ہی کو تو پڑھ پڑھ کر اس حال کو پہنچا ہوں۔۔۔۔اردو میں میرا جی سے سرے جو ئیبار ملاقات ہوئی تھی"۔

"میرا جی آج تک میری سمجھ میں نہیں آیا"۔

"عورتوں کی سمجھ میں نہ آئے تو بہتر ہے۔۔۔۔ورنہ پھکنیاں اور دست پناہ سنبھال کر دوڑ پڑیں گی اسکی قبر کی طرف۔۔۔۔۔۔۔"

"ہم یہاں کب تک کھڑے رہیں گے"؟۔

"پہلے ہی گزارش کی تھی کہ جا کر آرام فرمائیے۔۔۔۔میں تو الو ہی بن چکا ہوں"۔

"عمران۔۔۔تم بہت اچھے ہو"۔فریدہ نے یک بیک بے حد جذباتی انداز میں کہا۔ " کم از کم تیمور تو تمہارے پیروں کی خاک کے برابر بھی نہیں ہے"۔

"مولا مشکل کشا"۔عمران آنکھیں بند کر کے بڑبڑایا۔

--------------------*----------*

58

پورا ایک ماہ گزر گیا۔ڈرامے کا ریہرسل خطرناک صورت اختیار کرتا جا رہا تھا۔۔۔فریدہ کی خواہش تھی کہ عمران ہر وقت اس کے آس پاس ہی موجود رہے۔۔۔۔۔تیمور کا خیال اب اس کے ذہن پر کوئی خوشگوار اثر نہیں چھوڑتا تھا۔اس رات کے واقعہ کے بعد اب تک کوئی خاص واقعہ پیش نہیں آیا تھا۔

عمران کی صلاحیتوں پر وہ عش عش کرتی۔۔۔۔۔اکثر سوچتی آخر یہ آدمی ہے یا جن پچھلے دنوں اس نے اپنی ملنے والی خواتین کو مدعو کیا تھا۔ان میں ایک صاحبہ کلاسیکی رقص کی معلّمہ تھیں۔۔۔۔۔۔۔ان سے فرمائش کی گئی کہ وہ اپنے فن کا مظاہرہ کریں۔۔۔۔۔وہ تیار بھی ہو گئیں۔۔۔۔۔لیکن دشواری یہ آپڑی کہ ان میں سے کسی کو بھی طبلہ بجانا نہیں آتا تھا۔۔۔۔قریب تھا کہ یہ پروگرام کینسل ہو جاتا۔عمران صاحب نے فرمایا۔اگر آپ لوگ مجھے طبلچی کے بجائے طبلہ نواز سمجھنے کا وعدہ کریں تو میں اس سلسلے میں مدد کر سکتا ہوں۔

اور اس کے بعد انہوں نے کچھ ایسی لاف وگزاف فرمائی کہ رقاص خاتون کو تاؤ آ گیا کہ انہوں نے کہا کہ وہ تو کتھک ناچیں گی"۔

عمران نے لاپرواہی سے شانے جھٹکائے تھے اور طبلے کی چوڑی سنبھال کر بیٹھ گیا تھا۔۔۔۔۔اور پھر بول اور تال کے ساتھ ساتھ ہی چلتے رہے تھے۔۔۔۔۔۔

"باکمال سیکرٹری ہاتھ آیا ہے"۔انہیں یک زبان ہو کر کہنا پڑا تھا۔

وہ اکثر سوچتی یہ چھ ماہ بعد چلے جانے کی دھمکی دیتا رہتا ہے۔۔۔۔چلا گیا تو کیا ہوگا۔۔۔۔کیسی ویران ویران سی زندگی ہوگی۔۔۔۔کیسی گھٹن سے دوچار ہونا پڑ جائے گا۔۔۔۔اس وقت بھی وہ یہی سوچ رہی تھی کہ عمران کمرے میں داخل ہوا۔

"میں ذرا شہر تک جانا چاہتا ہوں"۔اس نے کہا۔

"اوہ۔۔۔تو تم بھی جا رہے ہو۔۔۔کیوں نہ ساتھ ہی چلیں۔۔۔میں سوچ ہی رہی تھی مجھے بھی شاپنگ کرنی ہے"؟۔

"میں دراصل دو تین گھنٹے کی چھٹی چاہتا ہوں"۔

"یعنی میرے ساتھ نہیں جانا چاہتے"؟۔

عمران نے چیونگم کا پیکٹ پھاڑتے ہوئے سر کو اثباتی جنبش دی۔

"ان دو تین گھنٹوں میں کیا کرو گے، جو میری موجودگی میں ناممکن ہوگا"؟۔

"یہ تو صرف میں اپنے سیکرٹری ہی کو بتا سکوں گا"۔

"میں اپنے سیکرٹری سے پوچھ رہی ہوں"؟۔

"مالک کے رازوں کا امین بننا سیکرٹری کے فرائض میں داخل ہے۔لیکن سیکرٹری کی راز جوئی کسی طرح بھی مالک کا حق نہیں"۔

"آخر اب تم اتنی عقل مندی کی باتیں کیوں کرنے لگے ہو"؟۔

"شامت"۔

"کیا مطلب"؟۔

"شامت کا مطلب شامت ہی ہوتا ہے"۔

"سیکرٹری"۔فریدہ نے وارننگ کے سے لہجے میں کہا۔

"یس مادام"۔

"میں تمہارے ساتھ چلوں گی"۔

"او۔کے مادام۔۔۔۔۔ "عمران کے لہجے میں بے بسی تھی۔

فریدہ ہنس پڑی اور عمران کا شانہ تھپکتی ہوئی بولی۔ "تمہاری عدم موجودگی میں مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ابھی کسی جانب سے ایک گولی آئے گی اور میرے سینے سے خون کا فوارہ چھوٹنے لگے گا"۔

"میں آپ کے لیے مغموم ہوں مادام"۔

"یہ مادام۔۔۔۔مادام کی رٹ کیوں لگا رکھی ہے"؟۔

"دوستانہ رویے کا مظاہرہ تو صرف دوسروں کی موجودگی میں کیا جانا طے پایا تھا"۔

"تم سچ مچ بدھو ہو"۔وہ جھنجھلا گئی۔

"مجھ اس کا اعتراف ہے۔۔۔۔اگر بدھو نہ ہوتا تو کبھی کا اس نوکری سے محروم ہو چکا ہوتا"۔

"اچھا بس ختم۔۔۔۔میں چل رہی ہوں تمہارے ساتھ "۔

پھر وہ ایک ہی گاڑی میں شہر کی طرف روانہ ہوئے تھے۔فریدہ ڈرائیو کر رہی تھی اور عمران اس کے برابر میں بیٹھا ہوا تھا۔

"آج تمہارا موڈ کچھ خراب نظر آ رہا ہے"؟۔فریدہ نے اس سے کہا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے مادام"۔

"ایک بات بتاو گے"؟۔

"پوچھئے"۔

"تمہارے ذہن میں میرا کیا مقام ہے"؟۔

"وہی جو ایک سیکرٹری کے ذہن میں اپنے مالک کا ہونا چاہئے"۔

"اور جو ہم ایک ڈرامے کی ریہرسل کرتے رہے ہیں"؟۔

"جی ہاں۔وہ ڈرامے کی ریہرسل ہے"۔

"میں سمجھی تھی تم اسے حقیقت سمجھنے لگے ہو"؟۔

"بے وقوف ضرور ہوں۔۔۔۔۔۔۔لیکن اتنا بھی نہیں"۔

"اچھا فرض کرو۔اگر تم اسے حقیقت ہی سمجھنے لگو تو کیا ہو۔۔۔۔۔۔۔۔"؟

"میرا مقام۔۔۔۔۔پاگل خانہ ہوگا"۔

"نہیں۔۔۔۔۔۔ایسی بات نہ کہو۔۔۔۔۔۔۔ "فریدہ کے لہجے میں درد تھا۔

پھر عمران کچھ نہ بولا۔فریدہ بھی خاموشی سے اسٹیرنگ کرتی رہی۔وہ سوچ رہی تھی کہ اسے اس قسم کی گفتگو نہ کرنی چاہیئے۔۔۔۔اچھے میاں عمران اگر میرے تلوے نہ چاٹو تو بات ہے۔۔۔۔۔

پھر اسے حالات کی ستم ظریفی پر ہنسی آنے لگی۔اس نے سوچا تھا کہ عمران کو مہرہ بنا کر تیمور کو پھر اپنی زندگی میں واپس لائے گی۔لیکن وہ رفتہ رفتہ تیمور سے متنفر ہوتی گئی اور عمران اس کی جگہ لیتا گیا۔لیکن خود عمران بالکل ٹھس نظر آ رہا تھا۔۔۔۔وہ حسب ہدایت سب کے سامنے اس سے برابری کا برتاو کرتا

سیکرٹری نظر آنے لگتا۔۔۔۔۔

اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اسے کس طرح ڈھب پر لائے۔۔۔۔۔"؟

تم نے مجھے آج تک نہ بتایا کہ تیمور کمرے کا فرش کیوں کھود رہا تھا"؟۔اس نے کچھ دیر بعد عمران سے پوچھا۔

"میں سمجھ ہی نہ سکا اس چکر کو۔۔۔۔۔۔تین فٹ کی گہرائی تک کھدائی کر ڈالی لیکن کچھ ہاتھ نہ لگا۔میرا خیال ہے کہ پلاسٹر کے نیچے ہی کوئی چیز تھی جسے وہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو چکا تھا۔۔۔میں سمجھا شاید اسے نہیں ملی۔۔۔اللہ رحم کرے میری عقل پر"۔

"پھر بھی مجھے بہت محتاط رہنا چاہئے"۔فریدہ بولی۔ "میرے لیے وہ ایک مستقل خطرہ بن گیا ہے"۔

عمران کچھ نہ بولا۔

فریدہ نچلا دانت ہونٹوں میں دبائے ونڈ اسکرین پر نظر جمائے رہی۔۔۔۔کچھ دیر بعد اس نے پھر عمران کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی۔

"تم کیا سوچ رہے ہو"؟۔

"یہ نہ پوچھا کیجئے"۔

" کیوں"؟۔

"پتہ نہیں کیسی کیسی سوچا کرتا ہوں۔۔۔۔۔انہیں زبان پر لا تو سکتا نہیں"۔

"اچھا۔۔۔۔۔۔۔۔"؟فریدہ چہکی۔ "بھلا میں بھی سنوں"؟۔

"زبان پر لا ہی نہیں سکتا"۔

"آخر کیوں۔۔۔۔۔؟میں تمہیں یقین دلاتی ہوں۔۔۔۔۔وہ کیسی ہی باتیں کیوں نہ ہوں۔۔۔۔ میں انہیں سنوں گی۔۔۔۔۔۔۔۔سنجیدگی سے سنوں گی۔۔۔۔۔۔۔۔۔خواہ وہ باتیں میرے خلاف

ہی کیوں نہ ہوں"۔

"عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "مجھے وہ بکری کا بچہ یاد آ رہا ہے۔ جو ایک بار میری گاڑی کی لپیٹ میں آ کر مر گیا تھا"۔

"ہوں"۔ یک بیک وہ کھول گئی۔

" کتنا دردناک منظر تھا۔۔۔۔۔۔ "بالکل اسی طرح مر گیا تھا جیسے آپ ناخنوں پر جوں مارتی ہیں"۔

" بکواس مت کرو۔۔۔۔۔تم نے مجھ کب جوں مارتے دیکھا ہے۔۔۔۔۔۔۔"؟۔وہ چنچنائی۔

"تو پھر وہ کوئی اور خاتون رہی ہوگی۔ میری یاداشت بالکل واہیات ہو کر رہ گئی ہے۔۔۔۔۔"

" کیا تم کسی وقت بھی کوئی ڈھنگ کی بات نہیں کر سکتے۔۔۔۔۔دیکھو۔۔۔۔یہ شام کتنی خوشگوار ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"؟

"ہر شام خوشگوار ہوتی ہے۔۔۔۔مجھے اپنی کوئی ایسی شام یاد نہیں جو نا خوشگوار رہی ہو۔۔۔۔لیکن ٹھہریئے۔۔۔شاید میں غلط کہہ رہا ہوں۔۔۔میرے لیے وہ شامیں بڑی ناخوشگوار ہوتی ہیں جب میرا جی چاہتا ہے کہ میں سوندھے سوندھے بھنے ہوئے چنے چباؤں لیکن ڈیرا کسی ایسی جگہ ہوتا ہے، جہاں ان کی دستیابی ناممکن ہوتی ہے"۔

"بہت اچھا ہے کہ خاموش رہو"۔فریدہ برا سا منہ بنا کر بولی۔

عمران نے اپنے ہونٹ سختی سے بھینچ لیے۔

عقب سے کسی تیز رفتار گاڑی نے آگے نکل جانے کے لیے ہارن دیا۔فریدہ نے راستہ دیتے ہوئے رفتار کم کر دی۔ایک بڑی سی اسٹیشن ویگن برابر سے نکل کر آگے بڑھتی چلی گئی تھی۔

لیکن کچھ دور جا کر اس طرح اچانک رک گئی کہ کچے پر اترے بغیر فریدہ اپنی گاڑی آگے بڑھا ہی نہ سکتی۔۔۔۔

" کاش میں ڈرائیو کر رہا ہوتا"۔عمران بڑبڑایا۔

فریدہ نے ہارن دیا۔۔۔۔اگلی گاڑی کا ڈرائیور والی سیٹ سے ایک ہاتھ نے اشارہ کیا کہ وہ گاڑی نکال لے جائے۔۔۔۔۔۔

ایڈیٹ"۔وہ دانت پیس کر بڑبڑائی اور گاڑی کی رفتار کم کر دی۔

ساتھ ہی اس نے محسوس کیا کہ عمران کا ہاتھ اس کی بغلی ہولسٹر کی طرف گیا ہے۔

"پورے بریک لگائیے۔۔۔۔۔ "عمران بڑبڑایا اور فریدہ کی گاڑی دوسری گاڑی سے تقریباً بیس گز کے فاصلے پر رک گئی۔

63

اسٹیشن ویگن کی ڈرائیور والی سیٹ سے ایک مفلوک الحال سا آدمی اتر رہا تھا۔قریب آ کر اس نے لجاجت سے کہا۔ "ایکسیلریٹر وائر کی گھنڈ نکل گئی ہے"۔

"ارے تو دھکا لگا کر گاڑی سڑک کے نیچے اتار لے جاو"۔عمران نے کہا۔

"میں یہی کرتا جناب۔۔۔لیکن میرے شانے درد سے پھٹے جا رہے ہیں"۔

"تنہا ہو"؟۔

"جی ہاں۔۔۔۔جناب"۔

"اچھی بات ہے"۔عمران گاڑی کا دروازہ کھول کر نیچے اترتا ہوا بولا "میں تمہاری مدد کروں گا"۔

فریدہ خاموش بیٹھی رہی۔وہ سوچ رہی تھی۔یہ شخص شاید ہی اس کے بتائے ہوئے راستوں پر چل سکے ۔۔۔۔اتنے دنوں سے اسے سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن ابھی تک تو سمجھ میں آیا نہیں تھا۔۔۔اس کی جگہ اور کوئی ہوتا تو۔۔۔۔؟ پتہ نہیں کس دماغ کا آدمی ہے۔۔۔۔۔ابھی کچھ اور کچھ اور ۔۔۔۔۔پل پل رنگ بدلتا رہتا ہے۔

عمران اسٹیشن ویگن کے قریب پہنچ چکا تھا۔

مفلوک الحال آدمی ڈرائیور کی سیٹ کی طرف چلا گیا۔گاڑی کا پچھلا دروازہ بند تھا۔۔۔اس میں شیشے نہیں تھے۔۔۔۔

دفعتا فریدہ کی نظر گاڑی کے اگلے دروازے کی طرف اٹھ گئی جس سے ایک آدمی چوروں کے سے انداز میں برآمد ہو رہا تھا اس کے بعد دوسرا نکلا۔۔۔۔ پھر تیسرا۔۔۔۔۔ وہ اس مفلوک الحال آدمی کی زبانی سن چکی تھی کہ وہ تنہا ہے۔۔۔۔ آخر اس غلط بیانی کا کیا مقصد ہو سکتا ہے۔

اچانک وہ چیخ اٹھی۔۔۔۔۔ "عمران ہوشیار"۔

بیک وقت چار آدمی عمران پر ٹوٹ پڑے۔۔۔۔ فریدہ کی دانست میں اسے شاید ہولسٹر سے ریوالور نکال لینے کا موقع نہیں مل سکا ہو۔۔۔۔

وہ بے حس و حرکت اپنی سیٹ پر بیٹھی رہی۔۔۔۔ سڑک سنسان پڑی تھی۔ حملہ آوروں میں سے ایک دیکھتے ہی

دیکھتے اچھل کر سڑک کے نیچے جا گرا۔۔۔۔ اور ایسا گرا کہ پھر اٹھ نہ سکا۔۔۔۔۔

ان حملہ آوروں میں وہ مفلوک الحال آدمی بھی شامل تھا۔ جس نے ایکسیلریٹر کی خرابی کی کہانی سنائی تھی۔

ایک کا حشر دیکھ کر بقیہ تین آدمیوں پر جیسے خون سوار ہو گیا تھا۔

لڑتے ہوئے وہ سڑک سے نیچے اتر گئے تھے۔ ورنہ فریدہ ان پر گاڑی چڑھا دینے کی کوشش کرتی ۔۔۔۔ سڑک کے نیچے اتر آئی سامنے پتھر کے ٹکڑوں کا ڈھیر نظر آیا۔۔۔۔۔ بس پھر کیا تھا۔۔۔۔۔

بالکل مجنونوں کے سے انداز میں ان پر پتھراؤ کرنے لگی۔۔۔۔

"مادام۔۔۔۔۔ مادام۔۔۔۔۔ "دفعتا اس نے عمران کی آواز سنی۔ "براہ کرم گاڑی میں بیٹھئے ۔۔۔۔ پتھر پہچان پہچان کر نہیں لگتے"۔ فریدہ کو جیسے ہوش آ گیا۔۔۔۔

واقعی یہ حماقت ہی تو تھی۔۔۔۔۔۔ اگر کوئی عمران کی کھوپڑی پر جا بیٹھتا تو ڈراپ سین ہی ہو جاتا۔۔۔۔۔۔

اب اس کے مقابلے پر دو ہی رہ گئے تھے۔ تیسرا بھی ایک جگہ اوندھے منہ پڑا نظر آیا۔۔۔۔

ان دونوں کے حملے پہلے سے بھی شدید ہو گئے۔ اچانک ایک کے کنپٹی پر عمران کا بھرپور ہاتھ پڑا اور وہ